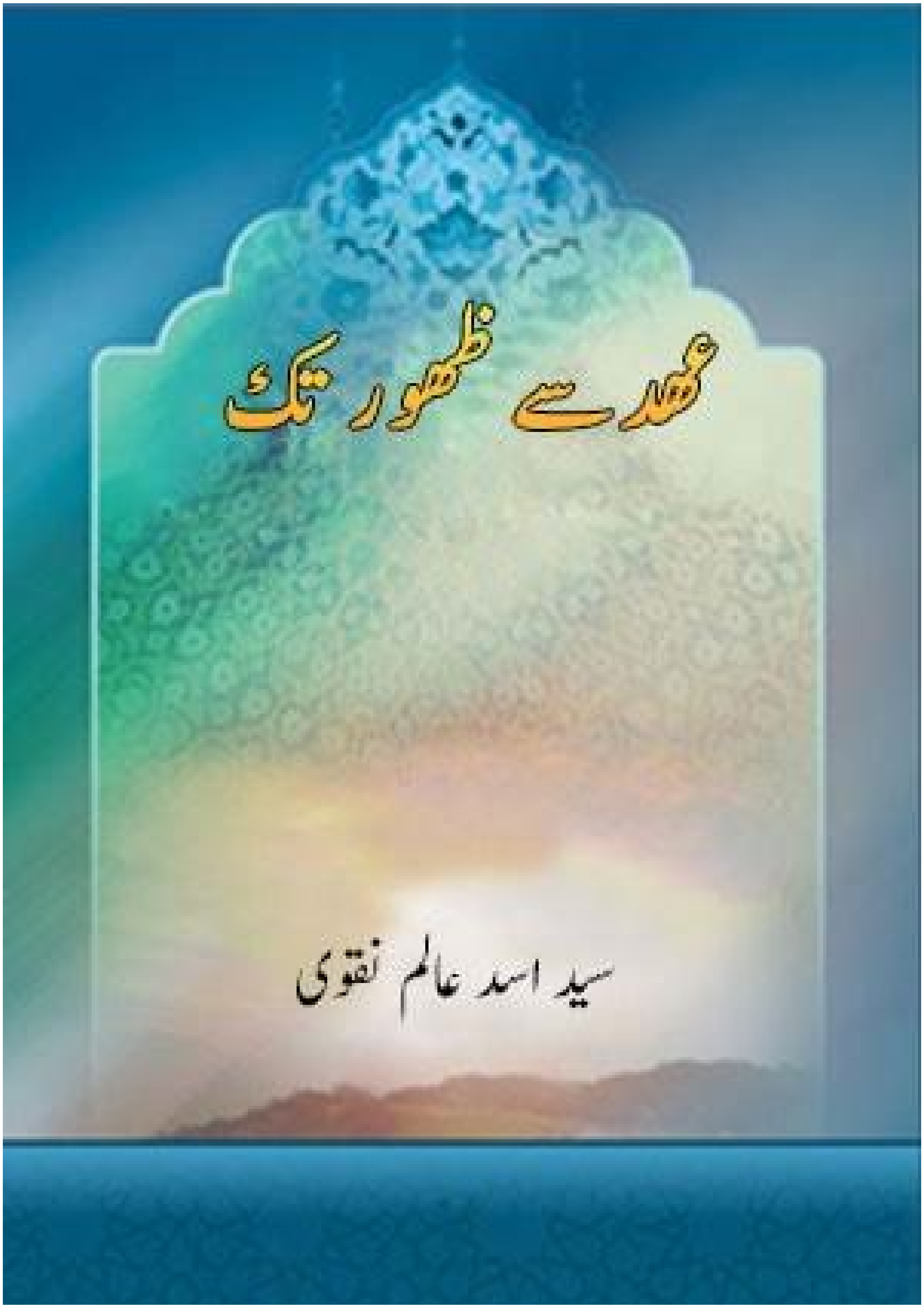
عہد سے ظہور تک
سید اسد عالم نقوی

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں اس کی فنی طورپر تصحیح اور تنظیم ہوئی ہے

کتاب نامہ:

نام کتاب: عہد سے ظہور تک

تالیف: سید اسد عالم نقوی

ناشر: دار الولایت پبلیکشنز۔کراچی

کمپوزنگ: ارتضی

چاپ اول اکتوبر ۲۰۰۳ء۔شعبان ۱۴۲۴ ھ

انتساب

اس عظیم الشان ماں حضرت نرجس خاتون علیہا السلام کے نام کہ جن کے فرزند کے ظہور سے کائنات جگمگا اٹھے گی!

مقدمہ

(الحمد الله رب العالمين بارى الخلائق اجمعين الصلاة والسلام على نبيه و حبيبه مولانابو القاسم مُحَمَّد وآله الطيبين الطاهرين المعصومين ولاسيما حضرت بقية الله الاعظم روحى وارواح العالمين له الفدى واللعنة الدائمة علىٰ اعدائهم اجمعين الى قيام يوم الدين)

امام زمانہ علیہ السلام کی معرفت ہر مومن اور مومنہ کے لئے واجب عینی ہے ہم فقط اپنے بچوں کو چھاردہ معصومین علیہم السلام کے نام یاد کروا کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری ذمہ داری پوری ہوگئی لیکن نہ فقط یہ بلکہ اگر اس سے بڑھ کر بھی بتائیں تو ہم حق معرفت امام علیہ السلام ادا نہیں کر سکتے ہیں ہم نے گذشتہ سالوں میں متعدد تبلیغی دوروں کے دوران اس بات کی اہمیت کو بہت نزدیک سے احساس کیا کہ حضرت ولی عصر (عج) کے حوالے سے لوگوں کی معلومات بہت ہی مجمل ہے بس لوگ یہی جانتے ہیں کہ ہمارے امام (عج) غیبت میں ہیں ۔اور وہ ظھور کریں گے تو پوری دنیا کے مسائل حل ہو جائیں گے و۔۔۔۔۔۔اور بس !۔

لیکن اس سے آگے کوئی نہیں سوچتا ہے کہ آیا ہماری بھی امام کے لئے کوئی ذمہ داری بنتی ہے کتنے ہی دن مہینے اور سال گزر جاتے ہیں لیکن ہماری دم میں امام (ع) کا خیال تک نہیں آتا جب کہ ہم عالم اسلام کی کتب کا جائزہ لیں تو معلوم چلتا ہے کہ یہ مسئلہ اس تمام گفتگو سے کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

کتنے ہی لوگ قم میں زیارت پر آکر یہ سوال کرتے ہیں کہ ،،مسجد جمکران کہاں ہے کہ جہاں امام زمان(عج) نماز پڑھاتے ہیں ،،اور اس سے ملتے جلتے سوالات۔۔۔۔۔۔

ہماری منطق اور ذہن کی کندی کا انھیں سوالات کی روشنی میں بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔اگر چہ کہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت محدود ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ محدود تعداد بھی کیوں ایسے سوالات کرتی ہیں ؟

وافر مقدار میں عقلی اور نقلی براھین موجود ہیں کہ جو معرفت اور امام وقت کی شناخت کے واجب ہونے پر دلالت کرتے ہیں ۔

یھاں پر فقط معروف حدیث کہ جسے بارھا آپ نے سنا اور پڑھا ہوگا بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں ۔

حضرت ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)فرماتے ہیں:

(من مات ولم يعرف امام زمانه مات ميتة جاهلية)

اس روایت کو علماء اہل سنت اور اہل تشیع نے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے ۔

البتہ بعض روایات تھوڑی کمی یا بیشی کے ساتھ بھی نقل ہوئی ہیں ۔

مانند ''من مات و لم یعرف امام زمانه فقد مات میتة جاهلیة ''

''من مات بغیر امام مات میتة جاهلیة''

''من مات لایعرف امامه مات میتة جاهلیة ''

من مات لیس علیه امام فمیتة جاهلیة ''

من مات لیس علیه امام فمیتة میتة جاهلیة ''

''من مات لیس له امام مات میتة جاهلیة

ہم فقط ان احادیث کے حوالے پر ہی اکتفاء کریں گے ۔

کتب علماء اہل تشیع:

الذخیرة فی الکلام ص ۴۹۵،کشف الغمہ ج۳ ص۳۱۸،نفخات الاهوت ص ۱۳ ، اربعین شیخ بھائی (رہ)ص۶۰۲،اعلام الـوری ص۴۱۵،وسـائل الشیعہ ج۱۶ ص۲۴۶، بحارالانوار ج۸ ص۳۶۸،ج۳۲ ص ۳۲۱و۳۳۱،ج۵۱ ص۱۶۰،ج۶۸ ص۳۳۹، مناقب آل ابی طالب ج۱ ص۳۰۴،اختصاص شـیخ مفید(رہ) ص۲۶۸،تفسیر عیاشی ج۲ ص۳۰۳، تفسیر کنزالدقائق ج۷ص۴۶۰،محاسن برقی ج۱ ص۲۵۲ح۲۷۵،۴،الامامة والتبصـرة ج۱ ص۲۷۷،اصـول کافـی ج۱ ص۳۷۷،غیبـت نعمـانی ص۱۳۰،ثـواب الاعمـال ص۲۰۵،تفسـیر برہـان ج۱ ص۳۸۶،اختیـار رجـال کشـی ص۴۲۵ ح۷۹۹،الامامـة والتبصرةص۲۲۰،کمال الدین ج۲ ص۴۱۲ و ۴۱۳ پیروان معرف امام ص۸،

کتب علماء اہل سنت :

صحیح مسلم ج۲ ص۴۷۵، ج۳ ص۱۴۷۸ح۱۸۵۱،المغنی ج۱ ص۱۱۶،الجمع بین الصحیحین حمیدی ج۲ ص۳۰۶،شرح المقاصد ج۵ ص۲۳۹،الجواھر المضیئة ج۲ ص۵۰۹،ازالـة الخفین ص۴۲،ینابیع المودة ج۳ص۳۷۲،ینابیـة المحمودیہ۔ ج۱ ص ۱۱۶،مسـند طیالسـی ص۲۵۹ ح۱۹۱۳،مسـند احمـد ج۴

ص۹۶، معجم الکبیر ج۱۹ص ۳۸۸، مجمع الزوائد ج۵ص۲۱۸، کنزالعمال ج۱ ص۱۰۳، ح۴۶۴،، ج۶ص۶۵ ح۱۴۸۶ جمع الزوائد ج۵ ص۲۴۴و۲۵۵، کشف الاستار عن زوائد البزار ج۲ص۲۵۲ ح۱۶۳۵، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج۷ ص۴۹۔

اس کتاب میں دعا عھد کی شرح بیان کی ہے تاکہ اس کی اہمیت اور عمق معنی کے حاصل ہونے کا اندازہ ہو سکے اگر چہ کہ معصوم کے کلام کی تشریح کا حق فقط معصوم ہی ادا کر سکتا ہے ،ہم تو اپنی ظرفیت کے حساب سے کلام معصوم کو سمجھتے اور بیان کرتے ہیں ۔

اس کتاب کے لکھنے میں ایک شخصیت کا نام ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جنھوں نے اپنے ارشادات اور راہنمائی سے حقیر کی اس کتاب کے لکھنے میں بہت مدد فرمائی ،حجۃ الاسلام والمسلمین جناب آقای شیخ علی اکبر مھدی پور مد ظلہ ۔ خدا وند عالم آپ کی توفیقات میں روز افزون اضافہ فرمائے (الٰھی آمین)

آخر میں تمام مومنین و مومنات کے لئے دعا کرتے ہیں کہ ہم سب کو حق معرفت امام زمانہ عطا فرمائے اور ہم کو اتنا علم عطا فرماتے کہ آپ علیہ السلام کے بیان کردہ کلمات کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہو سکیں ۔(الٰھی آمین)

سید اسد عالم نقوی

حوزہ علمیہ قم ، ایران

دعائے عھد

اَللّهُمَّ رَبَّ النُّورِ الْعَظِيمِ وَرَبَّ الْكُرْسِيِّ الرَّفِيعِ وَرَبَّ الْبَحْرِ الْمَسْجُورِ وَمُنْزِلَ التَّوْراةِ وَالْاَنْجِيلِ وَالزَّبُورِ وَرَبَّ الظِّلِّ وَالْحَرُورِ وَمُنْزِلَ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ وَرَبَّ الْمَلائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَالْاَنْبِياءِ وَالْمُرْسَلِينَ

اللّهُمَّ إِنِّى اسْاَلُكَ بِاسْمِكَ الْكَرِيمِ وَبِنُورِ وَجْهِكَ الْمُنِيرِ وَمُلْكِكَ الْقَدِيمِ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ اسْاَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِى اشْرَقَتْ بِهِ السَّماواتُ وَالْاَرَضُونَ وَبِاسْمِكَ الَّذِى يَصْلَحُ بِهِ الْاَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ يَا حَيّاً قَبْلَ كُلِّ حَيٍّ وَيَا حَيّاً بَعْدَ كُلِّ حَيٍّ وَيَا حَيّاً حِينَ لاَ حَيَّ يَا مُحْيِيَ الْمَوْتى وَمُمِيتَ الْاَحْياءِ يَا حَيُّ لاَ إِلهَ إِلاَّ انْتَ

اللّهُمَّ بَلِّغْ مَوْلانَا الْاِمامَ الْهادِىَ الْمَهْدِىَّ الْقائِمَ بِاَمْرِكَ صَلَواتُ اللهِ عَلَيْهِ وَعَلى آبائِهِ الطَّاهِرِينَ عَنْ جَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِناتِ فِى مَشارِقِ الْاَرْضِ وَمَغارِبِها سَهْلِها وَجَبَلِها وَبَرِّها وَبَحْرِها وَعَنِّى وَعَنْ وَالِدَىَّ مِنَ الصَّلَواتِ زِنَةَ عَرْشِ اللهِ وَمِدادَ كَلِماتِهِ وَمَا احْصاهُ عِلْمُهُ وَاحاطَ بِهِ كِتابُهُ

اللّهُمَّ إِنِّى اجَدِّدُ لَهُ فِى صَبِيحَةِ يَوْمِى هذَا وَمَا عِشْتُ مِنْ ايَّامِى عَهْداً وَعَقْداً وَبَيْعَةً لَهُ فِى عُنُقِى لاَ احُولُ عَنْه وَلاَ ازُولُ ابَداً اللّهُمَّ اجْعَلْنِى مِنْ انْصارِهِ وَاعْوانِهِ وَالذَّابِّينَ عَنْهُ وَالْمُسارِعِينَ إِلَيْهِ فِى قَضاءِ حَوائِجِهِ وَا لْمُمْتَثِلِينَ لِاَوامِرِهِ وَالْمُحامِينَ عَنْهُ وَالسَّابِقِينَ إِلى إِرادَتِهِ وَالْمُسْتَشْهَدِينَ بَيْنَ يَدَيْهِ

اللّهُمَّ إِنْ حالَ بَيْنِى وَبَيْنَهُ الْمَوْتُ الَّذِى جَعَلْتَهُ عَلَى عِبادِكَ حَتْماً مَقْضِيّاً فَاخْرِجْنِى مِنْ قَبْرِى مُؤْتَزِراً كَفَنِى شاهِراً سَيْفِى مُجَرِّداً قَناتِى مُلَبِّياً دَعْوَةَ الدَّاعِى فِى الْحاضِرِ وَالْبادِى اللّهُمَّ ارِنِى الطَّلْعَةَ الرَّشِيدَةَ وَالْغُرَّةَ الْحَمِيدَةَ وَاكْحُلْ ناظِرِى بِنَظْرَةٍ مِنِّى إِلَيْهِ وَعَجِّلْ فَرَجَهُ وَسَهِّلْ مَخْرَجَهُ وَاوْسِعْ مَنْهَجَهُ وَاسْلُكْ بِى مَحَجَّتَهُ وَانْفِذْ امْرَهُ وَاشْدُدْ ازْرَهُ وَاعْمُرِ

اللّهُمَّ بِهِ بِلادَكَ وَاحْيِ بِهِ عِبادَكَ فَإِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ ظَهَرَ الْفَسادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ ايْدِى النَّاسِ فَاظْهِرِ اللّهُمَّ لَنا وَلِيَّكَ وَابْنَ بِنْتِ نَبِيِّكَ الْمُسَمَّى بِاسْمِ رَسُولِكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ حَتَّى لاَ يَظْفَرَ بِشَيْءٍ مِنَ الْباطِلِ إِلاَّ مَزَّقَ هوَيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُحَقِّقَهُ وَاجْعَلْهُ اللّهُمَّ مَفْزَعاً لِمَظْلُومِ عِبادِكَ وَناصِراً لِمَنْ لاَ يَجِدُ لَهُ ناصِراً غَيْرَكَ وَمُجَدِّداً لِما عُطِّلَ مِنْ احْكامِ كِتابِكَ وَمُشَيِّداً لِما وَرَدَ مِنْ اعْلامِ دِينِكَ وَسُنَنِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاجْعَلْهُ اللّهُمَّ مِمَّنْ حَصَّنْتَهُ مِنْ باسِ الْمُعْتَدِينَ

اللّهُمَّ وَسُرَّ نَبِيَّكَ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِرُؤْيَتِهِ وَمَنْ تَبِعَهُ عَلَى دَعْوَتِهِ وَارْحَمِ اسْتِكانَتَنا بَعْدَهُ اللّهُمَّ اكْشِفْ هذِهِ الْغُمَّةَ عَنْ هذِهِ الْاُمَّةِ بِحُضُورِهِ وَعَجِّلْ لَنا ظُهُورَهُ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيداً وَنَراهُ قَرِيباً بِرَحْمَتِكَ يَا ارْحَمَ الرَّاحِمِينَ

الْعَجَلَ الْعَجَلَ يَامَوْلاىَ يَا صاحِبَ الزَّمانِ

دعائے عھد دعا کی سند:

اس دعا کو مرحوم مجلسی (رہ) نے متعدد واسطوں سے اپنی کتاب بحارالانوار میں مختلف مقامات پر نقل کیا ہے۔ من جملہ سید ابن طاؤس کی مصباح الزائر اور محمد بن علی جبعی کی مجموعہ جباعی ہے اور اسکے علاوہ بلد الامین،مصباح کفعمی اور کتاب عتیق سے بھی نقل کیا ہے۔[1]

ہم نمونہ کے طور پر فقط ایک سند کو نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

جلال الدین ابوالقاسم

اور انھوں نے فخار بن معد بن فخار العلوی الحسینی الموسوی سے

اور انھوں نے تاج الدین ابو محمد الحسن بن علی سے

اور انھوں نے ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بحرانی سے

اور انھوں نے ابی محمد الحسن بن علی سے

اور انھوں نے علی بن اسماعیل سے

اور انھوں نے ابو ذکریا یحیی بن کثیر سے

اور انھوں نے محمد بن علی القرشی سے

اور انھوں نے احمد بن سعید سے

اور انھوں نے علی بن حکم سے

اور انھوں نے ربیع بن محمد المسلمی سے

اور انھوں نے ابو عبداللہ بن سلمی سے

اور انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''جو کوئی بھی اس دعا کو چالیس روز تک صبح کے وقت پڑھے گا ہمارے قائم عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کے ساتھیوں میں سے ہوگا اور اگر حضرت علیہ السلام کے ظھور سے پہلے انتقال کرجائے تو خداوند عالم اسے قبر سے

نکالے گا تاکہ حضرت کے ساتھیوں میں شامل ہو جائے اور خدائے متعال دعا کے ہر جملہ کے بدلے اسے ہـزار نیکیـا ں اور کرامـت عطاء فرمائے گا اور اسکے ہزار گناہ معاف کردےئے جائینگے۔

چالیس دنوں کی خصوصیات:

ایک قابل توجہ بات یہ ہے کہ نہ صرف اس دعا کو پڑھنے کی تاکید چالیس روز تک ہے بلکہ بہت سے دوسرے مقامات پـر ان چـالیس دنوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

جیسا کہ مرحوم کلینی (رہ) نقل کرتے ہیں

" ما اجمل عبد ذکر اللہ اربعین صباحاً الّا زَهَّدَهُ فی الدنیا...... واَثْبَتَ الحکمةَ فی قلبه[2]

ترجمہ: اس سے خوبصورت بندہ کون ہوگا جو خدا کا ذکر چالیس صبح تک کرے اور خدا اسےکو زاھـد قـرار دے اور اسکے قلـب مـیں حکمت راسخ فرمائے ۔

علامہ مجلسی (رہ) جناب قطب راوندی(رہ) کی کتاب لب اللباب سے نقل کرتے ہیں کہ:

من اخلص العبادة لِلّٰہ اربعین صباحاً ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانه[3]

ترجمہ: جو کوئی چالیس روز تک خلوص کے ساتھ خدا کی عبادت انجام دے تو حکمت کا چشمہ اسکے قلب سے پھوٹ کر زبان پر جاری ہوجائے گا۔

معرفت اور عبودیت کے درجات اور منازل کو طے کرنے کےلیئے ضروری ہے کہ اس طرح سے قدم بہ قدم بڑھے تاکہ کسی نتیجـہ تک پہنچ سکے اسکے برعکس گناہوں اور معصیت کے بارے میں بیان ہوا ہے ۔

جیسا کہ امام موسی کاظم سے نقل ہوا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)نے فرمایا:

"من شرب الخمر لم یحتسب له صلا ته اربعین یوماً "[4]

ترجمہ: جو کوئی شراب نوشی کرے تو چالیس دنوں تک اسکی نماز قبول نہیں ہوگی۔

اگرکوئی بھی گناہ انجام نہ دیا جائے فقط شراب پی جائے تو اسکا اثر چالیس روز تک برقرار رہتا ہے اس بارے میں متعدد روایـت بیـان ہوئی ہیں۔

بھلول نبّاش کا واقعہ بہت مشور ہے اس واقعہ کو مرحوم صدوق (رہ) نے اپنی کتاب امالی میں ذکرکیا ہے" بھلول کاگناہ کبیرہ میں مبتلا ہونے کے بعد حضرت رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا پھر اسکا چالیس دنوں تک مدینہ کے پہاڑوں میں پناہ لینا اور خداوند کے حضور میں اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنا اور مسلسل گریہ و زاری میں مشغول رہنا، اس واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی :

(یا ایھا الذین امنواتوبوا الی اللہ توبۃً نصوحاً) [5]

ترجمہ: اے ایمان والو ! خلوص دل کے ساتھ توبہ کرو۔

اسی طرح حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ ہوا کہ انھوں نے کتاب خدا اور احکامات الٰھی کے حصول کے لیئے چالیس دنوں تک کھانا پینا ترک کیا ۔ [6]

ان تمام روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی مقصد کے حصول کے

لئے چالیس دن تک کوئی عمل انجام دینا خاص اہمیت رکھتا ہے۔جس طرح دعاؤں کا اثرچالیس دنوں بعد ظاہر ہوتا ہے اسی طرح گناہوں کا اثربھی چالیس دنوں تک باقی رہتا ہے ۔

(اَللّٰھُمَّ ربِّ النُّورِ الْعَظِیْم)

(اے اللہ ! اے نور عظیم کے پروردگار)

ممکن ہے کہ اس نور عظیم سے مراد رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کا نور ہو کیونکہ اولین اور آخرین میں ان سے بڑا کوئی نہیں جیسا کہ بعض روایت کے مطابق آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کو نور سے تعبیر کیا گیا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ راوی نے سوال کیا مثل نورہ سے کون لوگ مراد ہیں ؟

تو امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

" محمد (ص)" [7] اور ممکن ہے کہ اس نور سے مراد مطلق (ہر قسم کا)نور ہو جیسے ان آیت میں ذکر ہوا ہے۔

(یا ایھا الناس قد جائکم برھان من ربکم و انزلنا الیکم نوراً مبینا) [8]

ترجمہ: اے انسانو! تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے برہان آچکا ہے اور ہم نے تمھاری طرف روشن نور بھی نازل کردیا ہے۔

(فآمنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا) [9]

ترجمہ: لہذا خدا اور رسول اور اس نور پر ایمان لے آؤ جسے ہم نے نازل کیا ہے۔

جو نور بھی خداوند کی جانب سے خلق ہواوہ نور عظیم ہے اگرچہ اس بارے میں اور بہت سے احتمالات دےئے جاسکتے ہیں جیسا کہ نور فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا یانور آئمہ معصومین علیہم السلام.

لیکن ایک بات حتمی ہے اور وہ یہ کہ یہاں خداوند عالم سے جو درخواست کی جارہی ہے وہ ایک بہت بڑی خواہش ہے یعنی حضرت بقیۃ اللہ روحی و ارواح العالمین لہ الفدیٰ کے ظہور کی خواہش ہے اسی لئے واسطہ بھی کوئی عظیم اور بڑا ہونا چاہیے۔

حتیٰ کہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس نور عظیم سے مراد خود حضرت حجت عج اللہ فرجہ شریف کی ذات اقدس ہو، اس سے بہتر بات کیا ہوسکتی ہے کہ ہم آپ کے ظہور کے لئے خود حضرت کوواسطہ قرار دیں۔

و ربّ الکرسی الرفیع

اے بلند کرسی والے پروردگار۔

عام طور پر کرسی سے وہ مقام مراد لیا جاتا ہے جو عرش سے نچلے درجے پر ہو جسکے بارے میں روایت میں بھی اشارہ ہوا ہے یعنی فضیلت اور مقام میں عرش کے بعد والے مرحلہ کو کرسی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قال رسول اللہ (ص):

" یا اباذر ما السماوات السبع فی الکرسی الّا کحلقة ملقاة فی ارض فلاة[10]

اے ابوذر ! کرسی میں سات آسمان نہیں ہیں مگر جیسے بیابان میں دائرے ہوں۔

یعنی تمام آسمانوں کی حیثیت کرسی کے سامنے ایک دائرے سے زیادہ نہیں بس یہیں سے کرسی کی عظمت کاپتہ چلتا ہے۔

اوراگرکرسی سے مراد علم خداوند لیا جائے جیسا کہ آیت شریفہ میں ہے :

(وسع کرسیه السموات و الارض) [11]

اس کی کرسی علم و اقتدار زمین و آسمان سے وسیع تر ہے۔

تو پھر اس کرسی کی وسعت میں اور بھی اضافہ ہوجائے گا۔

سالت ابا عبداللہ علیه السلام عن قول اللہ عزّ و جلّ وسع کرسیّه السموات والارض قال علیه السلام علمه[12]

امام جعفر صادق علیہ السلام سے "وسع کرسیّہ السموات والارض " کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس سے کیا مراد ہے تو امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: "خداوند عالم کا علم"

اللہ تعالیٰ کے علم کی کوئی قید نہیں علم خدا سے وسیع کیا چیز ہوسکتی ہے؟ جوخود اسکی ذات کا حصہ ہے البتہ یہ عرض کرتے چلیں کہ ذات کا حصہ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ پہلے ذات پھر علم بلکہ یہاں مسامحہ کے خاطر ایسی عبارات کو مطلب سمجھنے کے لئے لایا جاتا ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد وہی کرسی ہو جو مقام و منزلت میں عرش کے بعد آتی ہے پھر بھی یہ عظیم خلق ہے کہ جس کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الشمس جزء من سبعین جزء من نور الکرسی والکرسی جزء من سبعین جزء من نور العرش[13]

سورج کرسی کے نور کا ستّرواں حصہ ہے اور کرسی نور عرش کا ستّرواں حصہ ہے۔

ربّ البحر المسجور

اے مارتی ہوئی موجوں سے بھرے ہوئے سمندر کے ربّ۔

مناسب تو یہ ہے کہ اس بحر مسجور سے مراد امام علیہ السلام ہوں کیونکہ وہی حجت اور مظہرخداوند ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمام مخلوقات کے اوپر احاطہ کےئے ہوئے ہیں اور جو کچھ بھی اس دنیا میں ہے وہ انھیں کے دم سے ہے یہاں تک کہ زندگی کا تصور ان کے بغیر ناممکن ہے، یہ نا ممکن ہونا محالات عقلیہ میں سے ہے نہ کہ عادتاً ممکن نہ ہو۔

اگرچہ بعض روایت میں بحر مسجور سے مراد وہ سمندر ہے کہ جو آسمان اور زمین کے--- درمیان پایا جاتا ہے، جیسے مولائے کائنات امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

" البحر المسجور بحر فی السماء تحت العرش [14]

بحر مسجور وہ سمندر ہے جو آسمانوں پر عرش کےنیچے ہے۔

بعض روایت میں اس کو انسان کی منی سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جو قیامت کے وقت آسمان سے بارش کی صورت میں نازل ہوگی کہ جس کے سبب مرنے والوں میں (جو مٹی کی صورت میں ہیں)دوبارہ زندگی نمودار ہوجائے گی اورسب اٹھ کھڑے ہونگے۔

منی سے تشبیہ دینے کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ مردہ مخلوقات کے لیئے حیات لیکر نازل ہوگی جیسے ایک مفصّل روایت میں بیان ہوا ہے :

"والبحر المسجور و ھی من منی کمنی الرجل فیمطر ذلک علی الارض فیلقی الماء المنی مع السموات البالیه فینبتون من الارض و یحیون[15]

بحر مسجور منی سے ہے اور انسان کی منی کی طرح ہے زمین پر بارش کی صورت میں برسے گی اور مردوں کی مٹی میں مل جائے گی پھر وہ زمین سے زندہ ہو کر کھڑے ہوجائیں گے۔

اسی طرح بعض مقامات پر اس کو بحر الحیوان سے تعبیر کیا گیا ہے جیسے:

و ھو بحر معروف فی السماء یسمّی بحر الحیوان[16]

اور وہ بحر معروف ہے جو آسمان پر ہے اور جسے بحر الحیوان کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

(منزل التوارۃ والانجیل و الزّبور)

اے تورات، انجیل اور زبور کے نازل کرنے والے۔

یہاں پر واسطہ ان آسمانی کتابوں کا دیا جارہا ہے جو عالم بشریت کے لیئے رحمت بن کر نازل ہوئیں لوگوں کو مقصد حیات بتانے آئیں اور مومنین کے لیئے جنت کی بشارت اور کفار کے لیئے عذاب کا وعدہ دینے آئیں۔

تورات حضرت موسی علیہ السلام پر انجیل حضرت عیسی علیہ السلام پر اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

اے خداوند تجھے ان آسمانی صحائف کاواسطہ کہ اپنی کتاب ناطق صاحب العصر و الزمان عجّل اللہ تعالی فرجہ الشریف کو اپنے بے یارومددگار اور صالحین کے لئے ظہور فرما۔

(رب الظل والحرور)

اے سایہ اور گرمی کے پروردگار

واضح ہے کہ سایہ ٹھنڈاہوتا ہے اور گرمی گرم ہوتی ہے یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کی ضد ہیں لہٰذا ممکن ہے کہ سایہ سے مراد نیک لوگ ہوں جنکے قلوب امید رحمت پروردگار سے ٹھنڈے ہیں جبکہ کفار و منافقین عذاب جھنم کے خوف سے اپنے سینوں میں آگ کی تپش لیئے گھوم رہے ہیں۔

اگرچہ ممکن ہے کہ یہاں پر ظاہری معنیٰ یعنی سایہ اور حرارت ہی مراد ہو خداوند متعال نے عالم ہستی کو نظم کے ساتھ خلق کیا۔ اور انسان کے لیئے رات اور دن خلق کئے رات کو لوگوں کے آرام اور آسائش کے لئے قرار دیا جبکہ دن کو حرارت کی صورت میں کام کرنے کے لیئے مقرر کیا۔

(الم یرو انا جعلنا اللیل لیسکنوا فیه و النهار مبصراً)[17]

کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو سکون حاصل کرنے کے لیئے خلق کیا اوردن کو روشنی کا ذریعہ بنایا۔

(منزل القرآن العظیم)

اے قرآن عظیم کو نازل کرنے والے۔

یہاں پر خداوند عالم کو اس کی اکمل اور اتم کتاب کا واسطہ دیا جارہا ہے کہ جسکے بارے میں خود باری تعالی کا ارشاد ہے کہ۔

(ما فرّطنا فی الکتاب من شیٔ)[18]

ہم نے کتاب میں کسی شی کے بیان میں کوئی کمی نہیں کی۔

(ولا رطب و لا یابس الّا فی کتاب مبین)[19]

نہ کوئی خشک اور نہ ہی کوئی تر ایسا ہے جو کتاب میں محفوظ نہ ہو۔

(و کلّ شیٔ احصیناه فی اما م مبین)[20]

ہم نے ہر شئے کے شمار کو ایک روشن امام کے حصار میں رکھا ہے۔

(تبیاناً لکل شیٔ)[21]

ہر چیز کی وضاحت اس (کتاب) میں موجود ہے۔

(تنزّلِ من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمومنین)[22]

اور ہم نے قرآن میں وہ سب کچھ نازل کیا جو صاحبان ایمان کے لیئے شفاء اور رحمت ہے۔

پس معلوم ہوگیا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کتاب مقدس میں بیان نہ کی گئی ہو اور یہ بیان پورے عالم بشریت کے لیئے حجت ہے اور یہی مومنین کے لیئے نجات کی صورت میں رحمت ہے جبکہ کفار کے لیئے عذاب کی شکل میں نازل ہوا۔

ارشاد رب العزت ہے :۔

(ولایزید الظالمین الا خساراً)[23]

اور ظالمین کے لیئے خسارے میں اضافہ کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔

اور یہ وہی کتاب ہے جو حضرت کے ظھور کے سبب مقام عمل میں آئے گی آپ کے ظھور کے بعد دنیا میں صرف دو گروہ رہ جائیں گے ایک وہ جو آپ کی صدا پر لبیک کہے گا اور دوسرا وہ جو آپ کی اطاعت کرنے سے انکار کرے گا چاہے وہ حربی ہوں یا فقط حق کا انکار کر نے والے۔ سب برابر ہوں گے اور خسارا انھیں لوگوں کے لیئے بیان کیا گیا ہے۔

(و رب الملائکة المقربین و الانبیاء و المرسلین)

اے مقربین ملائکہ اور انبیاء اور رسولوں کے پروردگار !

یہاں پر ان تمام مقدس ہستیوں کا واسطہ دینے کی وجہ شاید یہ ہو کہ جیسے قیامت کبریٰ کے دن لوگوں کے اعمال کا حساب ہوگا انسانوں کو مومن اور کافر کی صورت میں پیش کیا جائے گا اور ان کو جنت یا جھنم میں بھیجا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے :

(هل ینظرون الانسان یاتیهم الله فی ظلل من العمام والملائکة) (24)

(۵) بقرہ آیت ۲۱۰۔

ترجمہ:کیاانسان اس بات کا انتظار کررہاہے کہ ابر کے سایہ کے پیچھے عذاب خدا یا ملائکہ آجائیں۔

جاء ربک والملک صفاً صفاً (ا)

ترجمہ: ادھر تمھارے پروردگار عالم کا حکم ہوا اورادھر فرشتے صفیں باندھے ہوئے صف در صف آجائیں گے۔

(فاذا جاء امر الله قُضی بینهم بالحق و خسر هنا لک المبطلون) (25)

پھر جب حکم خدا آگیا تو حق کے ساتھ فیصلہ کردیا گیا اور اس وقت اہل باطل ہی خسارے میں رہے۔

(و جیئ بالنبین و الشهداء) (26)

اور انبیاء اور شھدا کو لایا جائے گا۔

حضرت کا ظھور میدان عمل میں قیامت صغریٰ کی صورت میں یہی عمل پیش کرے گا جیسا کہ پہلے بھی اشارہ ہوچکا ہے اور آپ اس مقصد اور مشن کو پورا کریں گے جو انبیاء اور ملائکہ لے کر آئے تھے۔

(اللهم انّی اسالک بوجهک الکریم و بنور وجهک المنیر)

اے خدا ! بے شک میں سوال کرتا ہوں تیری کریم اور روشن ذات کے صدقے میں ۔

نور اور وجہ میں ایسا ہی فرق ہے جیسا ذات اور مظہر ذات میں فرق ہوتا ہے۔

یہاں پر ممکن ہے کہ وجہ سے مراد ذات پروردگار ہو جیسا کہ آیت شریفہ میں وارد ہوا ہے :

(کل شیٔ ھالکٌ الّا وجھہ)

اسکی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے[27]

اس سے مراد وجہ اللہ یعنی ذات خداوند عالم ہے[28]۔اور ممکن ہے کہ اس "وجہ" سے مراد آئمہ علیھم لسلام ہوں۔

جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

نحن حجة اللہ نحن باب اللہ نحن لسان اللہ نحن وجہ اللہ[29]

ہم خدا کی حجت ہیں۔ ہم خدا کے دروازے ہیں ۔ہم خدا کی زبان ہیں اور ہم وجہ اللہ ہیں۔

اب چاہے اس سے مراد ذات پروردگار ہو یا خود آئمہ علیھم السلام ہوں جو مظہر ذات ہیں مطلب واضح اور روشن ہے۔ کہ ایک عظیم چیز کے لیئے دعا مانگتے وقت واسطہ بھی عظیم ہی ہونا چاہیے۔

(وَمُلْکِکَ القَدیمُ)

اور تجھے تیری قدیم مملکت کا واسطہ ہے

یہ واضح رہے کہ ملک اور مملکت افعال خداوند کے مظہر ہیں یہ پوری کائنات آئمہ / کے صدقہ میں خلق ہوئی ہے اسی قدیم اور نا قابل تغیر بادشاہیت کا واسطہ،اُس بادشاہیت کا جو تیری ذات کی طرح قدیم اور جس کی تجھ سے جدائی غیر ممکن ہے۔

(یا حیّ یا قیّوم)

اے زندہ جاودان کہ جس کا مرنا محال ہے اور اے ہمیشہ رہنے والے کہ جس کا زوال ممکن نہیں ہے۔

یہ اسماء حسنٰی خداوند میں سے ہیں یعنی اللہ تبارک و تعالی نہ فقط زندہ تھا اور رہے گا بلکہ اس کی موت محال ہے وہی حیات دینے والا بھی ہے اور وہی ہے جو عدم سے وجود میں لیکر آتا ہے۔ مردہ کو زندہ کرتا ہے اور بعض مخلوقات تو بار بار موت و زندگی کا مزا چکھتی ہیں جیسے کہ آیت شریفہ میں بیان ہوا ہے۔

(اذ قال ابراھیم ربّی یحی و یمیت)[30]

جب ابراہیم نے یہ کہا کہ میرا پروردگار زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔

(واللہ یحی و یمیت واللہ بما تعملون بصیر)[31]

اور اللہ ہی زندگی اور موت کا اختیار رکھتا ہے اور وہ تمھارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

(هو يحی و يميت و اليه ترجعون)[32]

(اللہ) ہی ہے جو زندگی اور موت عطا کرتا ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(يخرج ا لميت من الحيّ و يحي الارض بعد موتها)[33]

زندگی سے موت کی جانب لے جاتا ہے اور زمین کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرتا ہے۔

حیّ کی طرح قیوم بھی ایسی صفت ہے جوصرف خداوند متعال کےلیئے مخصوص ہے اور اس کی قیومیت میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔لفظ قیوم قرآن مجید میں تین مرتبہ استعمال ہوا ہے اور تینوں مرتبہ صفت حیّ کے ساتھ وارد ہوا ہے جیسا کہ:

(اللہ لا اله الّا هو الحیّ القيوّم)[34]

اللہ جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور وہ ہمیشہ زندہ ہے اور ہر شی اس کے طفیل قائم ہے۔

(وعنت الوجوه للحیّ القيوّم)[35]

اور اس دن سارے چھرے خدائے حیّ اور قیوم کے سامنے جھکے ہونگے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ اس دعا ئے شریفہ میں بھی لفظ قیوم حیّ کے ساتھ آیا ہے اور خداوند عالم کو ان دو اسماء اعظم کا واسطہ دیا جارہا ہے۔

(اسالُکَ بِاسْمِکَ الَّذی اَشْرَقْتَ بِهِ السَموٰاتِ والاَرْضُونَ)

سوال کرتا ہوں تیرے اس نام کے صدقے میں کہ جو آسمانوں اور زمینوں کو منور کرتا ہے۔

ممکن ہے اس نام سے مراد باعث خلقت عالم نور پاک حضرت رسوال خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)ہوں جیسا کہ حدیث ''لولاک'' میں بیان ہوا ہے۔ خداوند متعال فرماتا ہے:

يا احمدُ لَوْلاکَ لَما خَلَقْتَ الا فلاک و لولا علی لما خلقتک ولولا فاطمه لما خلقتکما[36]

اے احمد (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)اگر آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)نہ ہوتے توہر گز اس کائنات کو خلق نہ کرتا اور اگر علی علیہ السلام نہ ہوتے توہر گز آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کو خلق نہ کرتا اور اگر فاطمہ سلام اللہ علیھا نہ ہوتیں توہرگز آپ دونوں کو خلق نہ کرتا۔

ممکن ہے اس سے مراد نور حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف ہو جیسے کلام مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

(اشرقت الارض بنور ربھا)[37]

زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔

اس ایت شریفہ کے ذیل میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

اذ ا قام قائمنا اشرقت الارض بنور ربّھاو استغنی العباد عن ضوء الشمس ونور القمر [38]

جس وقت ہمارے قائم = قیام کریں گے تو زمین پروردگار عالم کے نور سے روشن ہوجائے گی اور لوگ سورج اور چاند کی روشنی سے بے نیاز ہوجائیں گے۔

(و باسمک الذّی یصلح بہ الاوّلون ولآخرون)

اور تیرے اس نام کا واسطہ جس سے اگلوں اور پچھلوں نے بھلائی پائی۔

بات واضح ہے کہ یہاں پر خداوند متعال کی ثناء کے ساتھ ساتھ اسی نام کو بھی واسطہ قرار دیا جارہا ہے ممکن ہے یہاں خداوند کے ہم مثال نہ ہونے کو اشارے کے طور پر بیان کیا جارہا ہو۔

جب کوئی اس کا ہم نام اور ہم صفت اگلے اور پچھلوں میں نہ مل سکتا ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کوئی اس کا ہم مثال ہو جیسے قرآن مجید میں ارشاد ربّ العزت ہوتا ہے:

(لیس کمثلہ شیٔ و ھو السمیع البصیر)[39]

اس جیسا کوئی نہیں ہے اور وہ سب کی سننے اور ہر چیز کا دیکھنے والا ہے۔

شناخت خدا کی بحث میں یہ مسئلہ ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور یہی مقام ہے کہ جہاں پرانسان بھٹک کر خدائے حقیقی لایزال سے دور چلاجاتا ہے اور مادیات میں سے خدا بنا بیٹھتا ہے جبکہ آیہ شریفہ میں واضح طور پربیان ہوا ہے کہ کوئی بھی شی اس جیسی نہیں ہوسکتی جسکی مثال دی جاسکے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہمارے محدود۔ ذہنوں میں ایک لامحرود ذات کو تصویری شکل دی جاسکے شاید اسی لیئے کہا جاتا ہے کہ عقل سالم کے لئے اصل وجود خدا کو درک کرنا ایک بدیہی ،آسان اور فطری بات ہے لیکن خدا کی صفات کے بارے میں جاننا انتہائی مشکل ہے خلاصہ یہ کہ وہ ایک ایسا وجود ہے جو ہر جہت سے لامحدود اور مطلق ہے۔

(یا حیّ قبل کلِّ حی)

اے وہ زندہ جو ہر زندہ سے پہلے موجودتھا۔

جیسا کہ ذکرکیا جاچکا ہے کہ ذات باری تعالی قدیم ہے، جب وہ قدیم اور لامحدود ہے تو اسکے علاوہ ہر شی اسکے بعد وجود میں آئی چاہے وہ مخلوق، جمادات میں سے ہویا مادیات میں سے یا انسانوں میں سے ہویا جنوں میں سے ہو۔

جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

(و ان من شیٔ الّا یسبّح بحمده و لکن لا تفهمون تسبّحهم)[40]

اور کوئی شی ایسی نہیں ہے جو اس کی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن یہ اور بات ہے کہ تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

یعنی تمام مخلوقات عالم چاہے وہ کسی بھی جنس یا نوع میں سے ہوں جو کچھ بھی غیراز خدا ہے، وہ خداوند عالم کی تسبیح اور عبادت میں مشغول ہے۔

(یا حیّ بعد کل حیّ)

اے ہر زندہ کے بعد زندہ رہنے والے۔

یعنی ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ جب صرف خدا ہوگا اور کچھ نہیں ہوگا جیسا کہ خداوند کی توصیف میں بیان کرچکے ہیں کہ وہ واجب الوجودِ لازوال ہے جبکہ فنا اور نابودی تو فقط زوال پذیر اشیاء کے لیئے تصور کی جاسکتی ہے۔

(یا حیّ حین لاحیّ)

اے زندہ کہ جب کوئی زندہ نہ تھا ۔

ممکن ہے یہ جملہ گذشتہ دو جملوں کو دوسرے الفاظ میں بیان کررھا ہو جس میں بیان کیا گیا کہ ہر شی سے پہلے اور بعد میں فقط خدا ہے یہاں پر پہلے اور بعد کی قید ہٹا کر کلی طور پر بیان کیا جارہا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں پر بیان کیا جارہا ہو کہ خدا متعال کا وجود ایک ایسا وجود ہے جو اُس وقت بھی موجود ہے کہ جب کوئی نہ ہو جبکہ گذشتہ دو جملوں کا مطلب خداوند کا ہر شی سے مقدّم اور موخّر ہونا منظور ہو۔

(یا محی الموتی و ممیت الاحیاء)

اے مردوں کو زندہ اور زندہ کو موت دینے والے۔

اگرچہ اس بارے میں لفظ حیّ کی تفسیر میں بھی اشارہ ہوچکا ہے لیکن پھر بھی چند مزید آیت کو ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں:

(و هو الذی احیاکم ثم یمیتکم ثم یحیکم)[41]

"وہی خدا ہے جس نے تم کو حیات دی ہے اور پھر موت دے گا اور پھر زندہ کرے گا۔"

(اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحیکم) [42]

"اللہ وہی ہے جس نے تم سب کو خلق کیا ہے پھر روزی دی ہے پھر موت دیتا ہے پھر زندہ کرتا ہے"

(کیف تکفرون باللّٰہ و کنتم امواتاً فاحیاکم) [43]

"آخر تم لوگ کس طرح کفر اختیار کرتے ہو جبکہ تم بے جان تھے اور خدا نے تمھیں زندگی بخشی ہے"

آخری آیت میں خداوند متعال اپنے وجود کی دلیل پیش کررہا ہے کہ میں تو وہ ہوں جو تمھیں عدم سے وجود اور نیستی سے ہستی میں لیکر آیا اور اس کے باوجود بھی تم میرے وجود کا انکار کررہے ہو۔

(یا حیّ لا الہ الا انت)

اے زندہ کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے

یہاں گذشتہ جملات کو مزید تاکید کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے اب جبکہ تو ایسا حیّ ہے تو بھلا کون تیرے علاوہ معبود ہوسکتا ہے فقط تو ہی ھمارا معبود ہے اور ہم فقط تجھ ہی کو سجدہ کریں گے اور تجھ ہی سے مدد مانگیں گے"۔

ضمناً یہ بیان کرتے چلیں کہ " لا الہ " مادہ "حیّ" کے ساتھ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے مثلاً:

(لا الہ الا ہو یحی و یمیت ربّکم و ربّ آبائکم الاوّلین) [44]

"اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے وہی حیات عطاکرنے والا ہے اور وہی موت دینے والا ہے

وہی تمھارا بھی پروردگار ہے اور تمھارے گذشتہ آباو اجداد کا بھی پروردگار ہے"

(لا الہ الا ہو یحی و یمیت فاٰمنوا باللّٰہ و رسولہ) [45]

"اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے وہی حیات دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے لہٰذا اللہ اور اس کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)پر ایمان لے آؤ"

(اللّٰہ لا الہ الّا ہو الحیّ القیوم) [46]

"وہ اللہ جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہر شی اس کے طفیل میں قائم ہے"

(الم اللّٰہ لا الہ الّا ہو الحیّ القیوم) [47]

"الم۔ وہ اللہ جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہر شی اس کے طفیل میں قائم ہے"

(ہو الحیّ لا الہ الّا ہو فادعوہ) [48]

''وہ ہمیشہ زندہ جاوید رہنے والا ہے اوراسکے علاوہ کوئی دو سراخدا نہیں پس اسی کی عبادت کرو ''

مذکورہ آیت کریمہ کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ حیات باری تعالیٰ اور اس کے معبود ہونے میں کوئی خاص رابطہ ہے، معبود صرف حیّ ہوسکتا ہے مردہ اور زوال پذیر چیز کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

(اللھمّ بلغّ مولانا الامام الھادی المھدی القائم بامرک صلوات اللہ علیہ و علی آبائہ الطاھرین)

اے خداوند ! ہمارے آقا امام زمان عجل اللہ تعالیٰ

فرجہ الشریف کو بھیج، جو ہماری ہدایت کرنے والے اور خود ہدایت شدہ ہیں اور تیرے امر کو انجام دینے کےلیئے تیار ہیں ،خدا کا درود ہو ان پر اور ان کے اجداد طاھرین پر۔

''مولا'' مشترک لفظ ہے کبھی کنیزا ور غلام کے مالک کومولا کہا جاتا ہے اور کبھی کسی بزرگ یا عالم دین کو مولانا (ہمارے مولا)کہتے ہیں ،جب کہ کبھی اپنے حقیقی اور مکمل معنی میں جو کہ صاحب اختیار کے ہیں استعمال ہوتا ہے جوکہ فقط پروردگار عالم کی ذات اقدس کے لئے مخصوص ہے جبکہ کبھی ایسی شخصیات کےلیئے بھی استعمال ہوتا ہے جو خداوند عالم کی جانب سے ہمارے دنیاوی اور اخروی امور کے مالک ہوں ہمارے دین اور دنیا میں تصرف کا حق رکھتے ہوں خلاصہ یہ کہ ہم سراپا ان کے اختیار میں ہوں یقیناً ہر زمانے کی حجت صاحب اختیار اور مولا ہیں لہٰذا ہمارے زمانے کے مولیٰ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم روحی و ارواح العالمین لہ الفدی ہیں۔

لفظ '' امام''کے معنی رہبر اور آگے چلنے والے کے ہیں امام ملّت یعنی قوم کے رہبر یا پیش امام جن کی اقتداء میں نماز پڑھی جائے جو وقت ادائے فریضہ نماز میں سب سے آگے کھڑے ہوتے ہیں۔

یہاں پرامام اپنے حقیقی اور وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی پوری امت کے رہبر جیسا کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کےلیئے رب العزت کا ارشاد ہے:

(و ما ارسالناک الاّ رحمۃ للعالمین) [49]

''اور ہم نے آپ کو عالمین کےلیئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے''

فقط مومنین یا انسانوں تک بات محدود نہیں بلکہ عالمین کےلیئے رحمت ہیں،آپ کے کاندھوں پر دو عالم کی رہبری کی ذمّہ داری ہے لہٰذا جو بھی اُنکا نائب حقیقی ہوگا وہ بھی عالمین کےلیئے امام اور رحمت ہوگاپس اسی طرح امام معصوم (ع) عالمین کے امام اور رحمت ہیں۔

لفظ " ہادی" یہاں اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی وہ لوگوں کی ہدایت کریں گے ،گمراھی اور ضلالت سے نکال کر صراط مستقیم کی جانب رھنمائی فرمائیں گے جیسا کہ آدم علیہ السلام سے لیکر سارے اولیاء اور اوصیاء کا یھی ھدف اور مقصد رہا ہے اورسب کا ایک ہی نعرہ رھا ہے " لوگوں کی حق مطلق کی طرف ہدایت" آپ کے ظھور سے وہ دعا جو ہم دن میں ہر اقل دس مرتبہ اپنی نمازوں میں دھراتے ہیں:

(اھدنا الصراط المستقیم) [50]

""ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما' اپنے انجام کو پھنچے گی۔

لفظ "مھدی" (عج) حضرت کے لئے متعدد روایت میں وارد ہوا ہے آپ کے اسماء گرامی میں یہ نام سب سے زیادہ شھرت کا حامل ہے اہل سنت اور اہل تشیع کے منابع میں یہ نام یکساں طور پر پہچانا جاتا ہے۔

جیسے کا امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

انما سمّی القائم مھدیًا لأنّہ یھدی الیٰ امر مضلول عنہ[51]

" بے شک حضرت قائم کو مھدی اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک گمشدہ اور ترک شدہ امر کی جانب ہدایت کریں گے،

ایک اور مقام پر امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

لأنّہ یھدی الی کل امر خفیّ[52]

"کیونکہ وہ ہر پوشیدہ امر کی جانب ہدایت فرمائیں گے"۔

ایک اور مقام پر امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل ہوتا ہے :

فانّما سمّی المھدی لانّہ یھدی لامر خفیّ [53]

" بے شک حضرت کو مھدی(عج) کھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ پوشیدہ امر کی طرف ہدایت کریں گے۔

تمام مذکورہ روایت میں گمشدہ امر سے مراد دین مبین اسلام ہے جس کو یا تو بھلایا جاچکا ہے یا پھر ابھی تک بہت سے ایسے احکامات ہیں کہ جس کو ہم سمجھنے سے قاصر ہیں۔

لفظ "قائم" کا اطلاق بھی فقط آپ ہی کے لئے مخصوص ہے ،حضرت ابو حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ :

"یا ابن رسول اللہ الستم کلکم قائمین بالحق"آیا آپ سارے آئمہ قائم بر حق نہیں ہیں۔

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ہاں (کیوں نہیں ؟)

ابوحمزہ نے پوچھا: تو پھر حضرت بقیۃ اللہ الاعظم کا نام قائم کیوں رکھا گیا ہے ؟

جس کے جواب میں امام علیہ السلام نے فرمایا: لما قتل جدّی الحسین علیه السلام ضجّت الملائکة الیٰ اللہ عزّ و جلّ بالبکاء والنجیب و قالوا الهنا و سیدنا اَ تفعل عمّن قتل صفوتک و ابن صفوتک من خلقک فاوحیٰ اللہ عزّ و جلّ الیهم قرّوا ملائکتی فوعزّتی وجلالی لانتقمنَّ منهم و لو بعد حین ثم کشف اللہ عزّ و جلّ عن الائمة من ولد الحسین علیه السلام للملائکة فسرّت الملائکة بذلک فاذا احدهم قائم یصلّی فقال اللہ عزّ و جلّ بذلک القائم انتقم منهم (54)

ترجمہ:""جس وقت میرے جدّ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے تو ملائکہ نے گریہ وزاری شروع کردی اور خداوند عالم سے کہنے لگے اے خدا آیا تو اپنے برگزیدہ اور پیامبر گرامی (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کے فرزند کے قتل کو نظر انداز کردے گا جو تیری بہترین مخلوق کا فرزند ہیں۔

پھر خداوند عالم نے ملائکہ کے لئے وحی فرمائی: اے میرے ملائکہ ! صبر کرو ،میری عزت اور جلال کی قسم بے شک ان لوگوں سے انتقام لوں گا چاہے کتنا عرصہ بھی کیوں نہ گزر جائے ،پھر خداوند عالم نے پردہ ہٹاکر فرشتوں کو امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے آئمہ علیہم السلام کی زیارت کروائی جس پر فرشتے خوش ہوگئے انھوں نے انوار آئمہ علیہم السلام میں سے ایک کو دیکھا جو ان کے درمیان کھڑے ہوکر نماز میں مشغول تھے۔

پھر خداوند عالم نے فرمایا: میں اس قائم (عج)کے ذریعہ انتقام لوں گا" جیسا کہ ہم دعائے شریف ندبہ میں پڑھتے ہیں "این الطالب بدم المقتول بکربلا (دعائے ندبہ)کہاں ہے کربلا میں شہید ہونے والے کے خون کا بدلہ لینے والے۔

اسی لفظ "قائم" کے بارے میں مزید روایت میں یوں وارد ہوا ہے:

امام جواد علیہ السلام سے جب سوال ہوا کہ حضرت (ع) کو قائم کیوں کہا جاتا ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

لاَنّه یقوم بعد موت ذکره و ارتداد اکثر القائلین بامامته(55)

کیونکہ وہ اس وقت ظہور فرمائیں گے کہ جب ان کا ذکر ختم ہوچکا ہوگا او راکثر لوگ جو انکی امامت کے قائل ہوں گے وہ مرتد ہوچکے ہونگے۔

اور یہ واضح رہے کہ یہ قیام پروردگار عالم کے امر سے ہوگا اور حضرت (عج) خداوند عالم کے احکامات کو لوگوں تک پہنچائینگے شاید مراد وہ امر ہو کہ جسکی اطاعت کا قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے:

(اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم) (56)

"اللہ کی اطاعت کرواور اسکے رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو اولی الامر ہوں"

اگرچہ مسلمانوں کے درمیان اولی الامر کے معنی میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اولی الامر سے مراد حکومت کی سب سے بڑی اور اعلیٰ شخصیت ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد علماء اور لوگوں کا نمائندہ ہے۔ بعض افراد کے مطابق روحانی اور معنوی قاء دین ہیں یعنی فقط عادل علماء جو قرآن و سنت کو مکمل طور پر جانتے ہوں جبکہ بعض علماء اہل سنت کا اس بات پر اصرار ہے کہ اس سے مراد اجماع ہے یعنی لوگوں کی اکثریت جس بات پر قائل ہوجائے وہی حجت ہے۔

جبکہ اہل تشیع کے سارے علماء اور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت شریفہ میں اولی الامر سے مراد آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

آیہ شریفہ میں اطاعت کا حکم مطلق آیا ہے، جسکا مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی خدشہ اور خوف کے ان کی اطاعت کی جائے ،اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس کی اطاعت کا حکم بغیر کسی خطاء کے خوف سے ہو اسے یقینا "معصوم" ہونا چاہیے کیونکہ ہرگز غیر معصوم کی مطلق اطاعت معقول نہیں کیونکہ اس کے ہر فعل و قول میں غلطی اور اشتباہ کا احتمال ہوتا ہے جبکہ فقط معصوم علیہم السلام کی ہی ذات ایسی ہوتی ہے جس میں غلطی اور بھولنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔

ان تمام باتوں کو مدنظر رکھیں تو گذشتہ تمام احتمالات خود بخود ختم ہوجائیں گے۔ حکومتی رئیسوں کی اطاعت کسی طور پر جائز نہیں ہوسکتی کیونکہ حکومت کے بڑے عھدے پر فائز ہو نے کا ہرگز یہ لازمہ نہیں کہ وہ خطاؤں سے پاک ہو جس کا مشاھدہ مسلمانوں کے درمیان ہونے والے واقعات میں کثرت کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔

بغیر کسی تردید کے بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفاء اسکی بہت روشن مثال ہیں اسی طرح موجودہ زمانے تک مشاھدہ کرتے چلے آئیں کس مسلمان حکومت کے حاکم صدر یا وزیر اعظم پر اندھا اعتماد کیا جاسکتا ہے ؟اگر اپنے ضمیر سے جواب طلب کریں تو بغیر کسی شک کے جواب منفی ہوگا۔

جن لوگوں کا کہنا ہے کہ'' وہ عادل علماء جو قرآن و سنت سے آگاہ ہوں'' مراد ہیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوگا کہ اس بات کا فیصلہ کون کرے گا کہ کونسا عالم عادل ہے اور قرآن و سنت سے پوری طرح آگاہ ہے۔ عوام میں تو اس بات کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے لہذا اہل خبراء یعنی مفتی اور مجتھدین ہی اس بات کا فیصلہ کرسکتے ہیں جسکا مطلب یہ ہوا کہ مفتی اور مجتھدین حضرات جس کے حق میں فیصلہ کریں وہ ہی واجب الاطاعت ہوگا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دراصل مفتی اور مجتھ دین ہی واجب الاطاعت ہونگے کیونکہ۔ اصل فیصلہ تو انکا ہوگا نہ کہ اس عالم کاجو منتخب ہوا ہے، اوریہ بات قطعا آیہ مبارکہ کے خلاف ہے۔

اگر اس سے مراد اجماع ہے تو عرض کرتے چلیں کہ اس بات کا وجود میں آنا کہ ساری امت متفق ہوجائے یہ۔ غیر ممکن ہے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کی حیات طیبہ کے بعد سے آج تک مسلمان رہبری اور امامت جیسے اہم مسئلہ پر متفق نہیں ہوسکے ہیں اگر پہلی اور دوسری صدی کی تاریخ کو ہی مد نظر رکھیں تو حکومت اور سیاسی نوک جھوک میں کتنے ہی قتل و غارت اور جنگیں نظر سے گزریں گی حتی حکومت کے حصول کے لیئے بچے اور عورتوں کا تو کیا اپنے خاندان کے افراد کو بھی ذبح کرنے سے دریغ نہیں کیا گیا۔ یہ ساری سیاسی چالیں اور مکاریاں آج بھی تاریخ میں درج ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہوچکا ہے کہ امت کو کوئی بھی شخص معصوم نہیں ہے یعنی اگر سب کو الگ الگ کرکے حساب کیا جائے تو کوئی بھی گناہوں اور خطاؤں کی لپیٹ سے آزاد نہیں ملے گا ایسی صورت حال میں ان کی حیثیت صفر کی ہے اب یہ صفر چاہے لاکھوں اور کروڑوں میں بھی تبدیل ہوجائیں صفر ہی رہیں گے ان کی حیثیت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوگی۔

اگرچہ اہل تشیع میں کسی بھی اجماع کی اگر وہ معصوم (ع) کے بغیر ہو کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اگر کہیں اجماع کو دلیل مانا بھی جاتا ہے تو وہ وجود مقدس معصوم (ع) کی وجہ سے ہے۔ معصوم (ع) کے وجود سے خالی اجماع ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔

اس بات کا اعتراف کہ اطاعت مطلق کے واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس کی اطاعت کی جارہی ہو وہ معصوم ہو اہل سنت کے عظیم مفسر فخر رازی نے اس طرح کیا ہے کہ '' خدا جس کی اطاعت کا حکم قطعی طور پر اور بغیر کسی چون وچرا کے دیتا ہے وہ یقینا معصوم (ع) ہونا چاہیے کیونکہ اگر خطاء سے محفوظ نہ ہو اور خداوند عالم نے اس کی اطاعت کا حکم دے رکھا ہو تو یہ ایک قسم کا کلام خدا میں تضاد ہے کیونکہ ایک جانب سے اس کا حکم ماننا ممنوع ہے اور دوسری طرف سے اطاعت کا حکم دیا جارہا ہو کہ جو ایک ہی فعل میں امر و نھی کے جمع ہونے کا سبب بنے گا جو محال ہے لہذا اس بات سے ثابت ہوجاتا ہے کہ خداوند عالم نے جو قطعی طور پر مطلق اطاعت کا حکم دیا ہے اس کا لازمہ یہ ہے کہ یہ اولی الامر معصوم (ع) ہو''(57)

لہذا اب جو احتمال باقی بچتا ہے کہ جس پر کوئی اعتراض ممکن نہیں ہے وہ یہی ہے کہ جو علمائے اہل تشیع کہتے ہیں۔اس آیت مبارکہ شریفہ میں اولی الامر سے مراد آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

اس بات کی تائید میں منابع اہل تشیع میں متعدد روایت بھی وارد ہوئی ہیں ہم فقط منابع اہل سنت سے نمونہ کے طور پر چند ایک روایت کو نقل کرتے ہیں۔

ابو حیان اندلسی نے لکھا ہے کہ یہ آیت علی علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔[58]

علامہ ابوبکر بن مومن شیرازی اپنے "رسالۃ الاعتقاد" میں لکھتے ہیں۔(طبق مناقب الکاشی) ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت مبارکہ علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے[59]

شیخ سلیمان حنفی قندوزی لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ سب سے معمولی چیز کون سی ہے کہ جس کی وجہ سے انسان مومن بن جاتا ہے ؟ اور سب سے کم چیز کون سی ہے کہ جس کے سبب انسان کافر یا گمراہ ہوجاتا ہے؟

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: " سب سے کم چیز کی جس کے سبب انسان گمراہ ہوجاتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان حجت خدا کہ جس کی اطاعت لازم ہو اس کو نہ پہچانے"

اس آدمی نے سوال کیا :" یا امیر المومنین علیہ السلام وہ لوگ کون ہیں مجھے بتلائیں "

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہی لوگ جو آیت شریفہ :(یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم)[60] میں ذکر ہیں۔

اس شخص نے پھر سوال کیا " میری جان آپ پر قربان ہو کچھ وضاحت کے ساتھ فرمائیں۔

امام عالی مقام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: وہی لوگ کہ جن کے بارے میں رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)نے اپنے آخری خطبہ میں ذکر کیا تھا " انی ترکت فیکم امرین لن تضلوا بعدی ان تمسکتم بھما کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی "[61]

" میں تمھارے درمیان دو یادگار چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں اگر ان کے ساتھ رہو گے تو ہر گز میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے خدا کی کتاب قرآن اور میرے اہل بیت علیہم السلام ۔"

یہ بات تو مقدمہ میں بیان ہوچکی ہے کہ اگر کوئی منصب یا فضیلت کسی ایک معصوم (ع)کے لیئے ثابت ہوجائے تو سب میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہم حضرت بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو "صاحب امر" ارواحنا فدا بھی کہتے ہیں۔

محمد و آل محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)پر درود بھیجنے کے بارے میں ارشاد رب العزت ہے کہ :

(ان اللّٰہ و ملائکتہ و یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلّوا علیه و سلّموا تسلیماً)

"بے شک اللہ اور اس کے ملائکہ رسول پر صلوات بھیجتے ہیں تو اے صاحبان ایمان تم بھی ان پر صلوات بھیجتے رہو اور سلام کرتے رہو[62]

البتہ یہ بات واضح رہے کہ جب صلوات کو خداو ند متعال سے نسبت دی جائے تو رحمت کے نزول کے معنی میں آتا ہے اور جس وقت فرشتوں اور مومنین سے نسبت دی جائے تو طلب رحمت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

دوسری بات کہ جسکا جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ " صلوات اور سلام " میں فرق ہے ۔صلّوا طلب رحمت اور پیامبر گرامی (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)پر درود بھیجنے کے لئے آتا ہے لیکن سلّموا کے بارے میں دو احتمال ہیں " ایک تو یہ کہ حضرت ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کے زمانے میں اور احکامات کے سامنے سر تسلیم خم ہونا ہے جیسے ایک اور مقام پر خالق کائنات کا ارشاد ہوتا ہے کہ :

(ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا جامعا قضیت و یسلموا تسلیماً) [63]

ترجمہ: "اور پھر جب آپ فیصلہ کردیں تو اپنے دل میں کسی طرح تنگی کا احساس نہ کریں اور آپ کے فیصلہ کے سامنے سراپا تسلیم ہوجائے ں"۔

جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کی نسبت کے معنی کے بارے میں سوال کیا تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا :

هو التسليم له فی الامور [64]

ھر کام میں پیامبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کے سامنے تسلیم رہنا ہے۔دوسرا معنی آپ پر سلام بھیجنے کے لیئے ہے جیسے " السلام علیک یا رسول اللّٰہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)"

ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ جب آیت مذکورہ نازل ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے صحابی کعب نے پوچھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) پر سلام کرنے کو تو ہم سمجھ گئے ہیں لیکن صلوات کیسے بھیجی جائے تو حضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے جواب میں فرمایا کھو:

اللھم صلی علی مُحَمَّد وآل مُحَمَّد کماصلیت علی ابراھیم انک حمید مجیدو با رک علی مُحَمَّد و آل مُحَمَّد کما بارکت علی ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید[65]

اگرچہ ظاہری طور پر یہ دونوں معنی ایک دوسرے سے مختلف نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں اس کا نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو شخص آپ (ص) پر سلام بھیج رہا ہے اور خدای متعال سے آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی سلامتی کا طلب گار ہے یقینا وہ آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے دوستوں اور محبت کرنے والوں میں سے ہے جبکہ محبت کرنے والا صرف اسی کو کہا جائے گا کہ جو مطلق طور پر آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے فرمان اور احکامات کے سامنے تسلیم ہو۔

اہل سنت کے بزرگ مفسر امام جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر در المنثور میں اس آیت شریفہ کے ذیل میں بخاری ، مسلم ، ابوداؤد ، نسائی ،ابن ماجہ اور ابن مردویہ سے متعدد

متعدد روایت نقل کرتے ہیں[66] ہم صرف ایک روایت کو نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

ایک شخص حضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) پر سلام بھیجنے کو تو ہم سمجھ گئے لیکن صلوات کیسے بھیجی ۔

جائے حضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے جواب میں فرمایا کھو: ''اللھم صلی علی مُحَمَّد و علی آل مُحَمَّد کما صلیت علی ابراھیم انّک حمید مجید اللھم بارک علی مُحَمَّد و علی آل مُحَمَّد کما بارکت علی ابراھیم و آل ابراھیم انّک حمید مجید''

اسی مضمون کی تفسیر میں ۱۸ روایت نقل ہوئی ہیں البتہ یاد رہے کہ اہل سنت اور اہل تشیع کے منابع میں متعدد روایت میں کلمہ ''علی'' کے بغیر صلوات نقل ہوئی ہے جیسے : اللھم صلی علی مُحَمَّد و آل مُحَمَّد۔

اہل تشیع کے تمام فقہاء اور مجتھدین کا اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ نماز کے دونوں تشھدوں میں صلوات بھیجنا واجب ہے اور اگر کوئی بغیر صلوات کے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہے۔

(عَنْ جَمِیعِ الْمُؤْمِنِینَ وَالْمُؤْمِناتِ فِی مَشارِقِ الأرْضِ وَمَغارِبِھا سَھْلِھا وَجَبَلِھا وَبَرِّھا وَبَحْرِھا)

(تما م مومنین اور مومنات کی جانب سے چاہے وہ کرہ ارض کے شرق میں ہوں یا غرب میں ،صحراء میں ہوں یا پہاڑوں میں خشکی میں ہوں یا سمندر میں)

تمام خلائق عالم کی جانب سے اُن پر اور اُن کے اجداد پر صلوات ہو دنیا کی ہر مخلوق اُن کے انتظار میں سرگرداں ہے۔حضرت عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور سے ہر چیز کو قرار آجائے گا۔اسی لیئے ہماری دعا ہے کہ ہماری اور تمام مخلوقات کی جانب سے حضرت کو درود اور سلام پہنچے۔

(وَعَنِّی وَعَنْ وَالِدَیَّ مِنَ الصَّلَوَاتِ)

(اور میری طرف سے اور میرے والدین کی طرف سے درود ہو)

یہاں پر ادبی لحاظ سے عطف خاص، عام کے بعد ذکر ہواہے یعنی مطلب یہ ہوا کہ جب مومنین اور مومنات کہا جاچکا تو پھر (میں اور میرے والدین) بھی انھی مومنین میں شامل ہیں لیکن اہمیت اور خصوصیت کو بیان کرنے کےلیئے یہ عطف خاص ، عام کے بعد لانا معمول کے مطابق ہے۔

(زِنَةَ عَرْشِ اللهِ وَمِدادَ کَلِماتِهِ وَمَا احْصاهُ عِلْمُهُ وَاحاطَ بِهِ کِتابُهُ)

(جو عرش خدا کا ہم وزن ہوخدا کے کلمات کی طرح پھیلاؤ کا حامل ہو اور اس کے علم نے جس جس شی کا احاطہ کیا ہے اور جس جس شی کا اس کتاب میں ذکر ہے اتنا ہی وسیع اور گسترده ہو)

ظاہری طور پر سارے کلمات دعا کی اہمیت اور خصوصیت کو بیان کررہے ہیں کیونکہ جب کسی عظیم چیز کو مانگا جائے تو واسطہ بھی اس کے شایاں شان ہونا چاہیے۔ عرش خدا کا وزن باوجود اسکے کہ وہ بھی مخلوق خداوند ہے لیکن ممکن نہیں کہ خداوند اور اسکے خاص بندوں کے علاوہ کوئی بھی اسکے بارے میں علم رکھتا ہو۔

کلمات خداوند کی مقدار بھی اسی طرح سے ہے کہ جس طرح سے خود ارشاد خداوند رب العزت ہے کہ:

(قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربّی لنفد البحرُ قَبْلَ ان تنفذ کلمات ربّی و لو جئنا بمثله مداداً)[67]

"آپ کہہ دیجئے کہ اگر پروردگار کے کلمات کے لیےء سمندر بھی روشنائی بن جائے تو کلمات رب ختم ہونے سے پہلے ہی سارے سمندر ختم ہوجائیں گے چاہیں ان کی مدد کےلیئے ہم ویسے ہی سمندر اور بھی لے آئیں"

علم اور کتاب خداوند عالم لا محدود ہے اس لامحدود علم اور کتاب کو واسطہ قرار دیا جارہا ہے جیسا کہ کتاب خداوند کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے ۔

(ما فرّطنا فی الکتاب من شیٔ)

(ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان میں کوئی کمی نہیں کی ہے)[68]

(و لا رطب و لا یابس الّا فی کتاب مبین)

(ا ور کوئی خشک وتر ایسا نہیں ہے جوکتاب مبین کے اندر محفوظ نہ ہو)[69]

(تبیاناً لکلّ شیٔ)

(اس (کتاب) میں ہر چیز کی وضاحت موجود ہے)[70]

اس کتاب خدا کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ ظاہر تو معلوم ہے کہ شریعت ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)اور باطن وہ علم ہے کہ جو خداوند کی طرف سے حضرت خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)اور ان کے جانشین کو عطا ہواہے۔

جیسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)فرماتے ہیں:

"انا مدینة العلم و علی بابھا فمن اراد العلم فلیات باب المدینة"

میں علم کا شھر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں لہذا جو کوئی علم کے حصول کا ارادہ رکھتا ہے وہ دروازے سے آئے۔[71]

اسی طرح امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیھما السلام نے فرمایا:

اعلم ان جمیع اسرار الکتب السماویه فی القرآن وجمیع ما فی القرآن فی الفاتحة و جمیع مافی الفاتحة فی البسمله وجمیع مافی البسمله فی باء البسمله و جمیع ما فی باء البسمله فی النقطة التی هی تحت الباء قال الامام علیه السلام انا نقطة التی تحت اللباء [72]

ترجمہ:"جان جاو بے شک ساری آسمانی کتابوں کا علم قرآن میں ہے اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورہ فاتحہ میں ہے اور کچھ سورہ فاتحہ میں ہے ۔۔۔میں ھے وہ بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ اس کے حرف باء میں ہے اور جو کچھ حرف باء میں ہے وہ اس کے نقطہ میں ہے امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اور میں وہ نقطہ ہوں جو باء کے نیچے ہے۔"

اسی طرح جب جنگ صفین میں شامیوں نے قرآن کو نیزوں پر اٹھایا اور اس کو حَکَم بنانا چاہا تو حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

"انا القرآن الناطق"[73]

ترجمہ: میں قرآن ناطق ہوں۔

جب دعا قرآن ناطق اور باء بسم اللہ کے ظھور کی ہو تو واسطہ بھی اس کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے۔

حال حاضر میں خلائق کائنات میں حضرت (ع)سے زیادہ افضل و اعلم کوئی ذات وجود نہیں رکھتی وہ وارث علم انبیاء اور اوصیاء سلام اللہ علیہ م اجمعین ہیں لہذا ان کی حیثیت کے مطابق وسیع و عریض چیزوں کے واسطہ دےئے جارہے ہیں۔

< اللّٰهُمَّ إِنِّی اجَدِّدُ لَهُ فِی صَبِیحَةِ یَوْمِی هذَا وَمَا عِشْتُ مِنْ ایَّامِی عَهْداً وَعَقْداً وَبَیْعَةً لَهُ فِی عُنُقِی لاَ احُولُ عَنْه وَلاَ ازُولُ ابَداً)

(اے خدا ! بے شک میں آج کی صبح کا آغازا ور جب تک زندہ رہوں گا یہ عھد اور پیمان اور ان کی بیعت جو میری گردن پر ہے اس کو نہ بدلوں گا اور نہ کبھی ترک کروں گا۔)

یہ بات صرف اس صبح اور باقی ماندہ زندگی کےلیئے نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کےلیئے عھد وعقداور بیعت کرتا ہوں واضح رہے کہ "عھد" ایک عملی مظاھرہ ہے کہ جو معاھدہ کے بعد کا مرحلہ ہے جبکہ "عقد" اعتقاد قلبی اور اس پر ایمان کا نام ہے اسی طرح "بیعت" ملکی معاملات میں تسلیم ہونے کانام ہے۔ میرا پوراخلاص میراایمان میرا عقیدہ میرا ظاہر میرا باطن سب حضرت بقیۃ اللہ کے لیئے ہے اس طرح سے کہ ان امور میں سے کچھ بھی کمی نہ ہونے پائے۔

یہاں پر امامت اور ولایت کے تابع ہونے کا ثبوت دیا جارہا ہے اور یہ عقیدہ ہمیشہ ہمیشہ کےلیئے ہے اس میں کچھ تبدیلی نہ آنے پائے۔

یہ ہر صبح پڑھنے کےلیئے ہے حدّ اقل چالیس صبح کو ضرور پڑھے کیونکہ چالیس دنوں میں جاکر ممکن ہے کہ انسان کا عھد،عقد اور بیعت مکمل ہو جیسے کہ چالیس سال میں پہنچ کر انسان کامل ہوتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: اذا بلغ اربعین سنة فقد بلغ منتها (74)

جب انسان چالیس سال کا ہوتا ہے تو پھر جاکر مکمل ہوتا ہے۔

لہذا جب تک چالیس عدد پورے نہ ہوجائیں اس کو پڑھا جائے یہاں تک کہ ایمان کامل ہوجائے اور اس کے بعد اس لئے پڑھتا رہے کہ ایمان باقی رکھ سکے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ما اخلص عبد الایمان با للہ اربعین یوماً الّا زھدہ اللہ فی الدنیا و بصّرہ دائها و دوائها و اثبت الحکمة فی قلبه (75)

کسی بندہ کا ایمان خداوند کے اوپر خالص نہیں ہوتا مگر یہ کہ خداوند اس کو چالیس روز دنیا سے بے رغبت کردیتا ہے اور اس کے دردااور دواء کی نشاندھی کردیتا ہے اور حکمت کو اس کے قلب پر ثابت کردیتا ہے۔

اب جبکہ چالیس دنوں میں ایمان خالص،بیعت و عھد و عقد خالص ہوجائے تو ہرگز میں اپنے مقام سے تنزل نہ کروں اور صبح کی تاکید بھی اسی لیئے ہے کہ جب اس دعا کے نتیجہ کا وقت ہوگا یعنی جب دعا کا ثمرہ ظھور کی صورت میں نصیب ہوگا تو میں شروع سے ان کے ساتھ رہوں خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ظھور کے وقت میرے ایمان میں کمی آجائے مجھے شروع سے ان کے ساتھ رہنا چاہیے نہ یہ کہ وسط یا آخری دور میں جاکر ملوں۔ میں اپنی شروعات انھیں کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں جیسے اپنے دن کی شروعات اس عقد و عھد کے ذریعہ کررھا ہوں۔

اور پھر جب عھد وپیمان ہوگیا اور بیعت کرلی گئی تو پھر کہا جائے گا:

(اللّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنْ انْصارِهِ وَاعْوانِهِ وَالذَّابّينَ عَنْهُ والْمُسارِعِينَ إِلَيْهِ فِي قَضاءِ حوائِجِهِ وَا لْمُمْتَثِلِينَ لِا◌◌وامِرِهِ وَالْمُحامِينَ عَنْهُ وَالسَّابِقِينَ إِلى إِرادَتِهِ وَالْمُسْتَشْهَدِينَ بَيْنَ يَدَيْهِ)

(اے خدا! مجھے ان کے انصار اور اعوان میں سے قرار دے اور ان کا دفاع کرنے والوں میں سے اور انکی حاجت روائی کرنے والوں میں انکی طرف بڑھنے والوں میں سے اور انکے حکم پر چلنے والوں میں سے اور انکی جانب لوگوں کو بلانے والوں میں سے اور انکے ارادوں کو پھلے پورا کرنے والوں میں سے اور انکے سامنے شھید ہونے والوں میں سے قرار دے)۔

اس مقام پر آکر بندہ اپنے خالق سے توفیق طلب کررھا ہے کہ مجھے اُن کے انصار و اعوان میں سے قرار دے۔ تمام نیکیوں اور خوبیوں کا منشاء اور منبع خداوند متعال ہے اسی لیئے ہمیشہ انسان کو طالب توفیق ہونا چاہیے کہ خداوند عالم انسان کوراہ مستقیم پر لاکر اس پر باقی رکھے ہر شخص کو چاہیے کہ صدق دل سے دعاکرے کیونکہ خداوند متعال اس کے دل کے حال سے آگاہ ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

ارشاد رب العزت ہے:

(عالم الغیب و الشھادۃ و ھو الحکیم الخبیر)[76]

"وہ غائب اور حاضر سب کا جاننے والا صاحب حکمت اور ہر شی سے باخبر ہے"

(و للہ غیب السموات والارض)[77]

"اور آسمان اور زمین کا سارا غیب اللہ ہی کے لیئے ہے"

(ان اللہ یعلم غیب السموات و الارض واللہ بصیر بما تعملون)[78]

"بے شک اللہ آسمان اور زمین کے ہر غیب کا جاننے والا ہے اور وہ تمھارے اعمال کا بھی دیکھنے والا ہے"

اسی لئے زیارت سید الشھداء امام حسین علیہ السلام میں بھی ہم پڑھتے ہیں:

یا لیتنی کنتُ معکم فافوز فوزاً عظیماً ۔

"اے کاش میں بھی (کربلا میں) آپ کے ساتھ ہوتا تاکہ آپ علیھم السلام

کے اوپر اپنی جان نثار کرکے اس مقام شھادت پر فائز ہوسکتا"۔

اگر واقعاً یہ خواہش ہو اور صدق دل کے ساتھ مانگا جائے یقینا درگاہ پروردگار میں قبول ہوگئی جس کے بارے میں متعدد روایت وارد ہوئی ہیں مانند:

حضرت ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

بے شک عبد مومن فقیر یہ کھے: یا ربّ ارزقنی حتّی افعل کذا کذا من البرّ و وجوہ الخیر فاذا علم اللہ عز و جلّ ذلک منہ بصدق نیةٍ کتب اللہ لہ من الاجر مثل ما یکتب لہ عملہ ان اللہ واسع علیم[79]

"پروردگار مجھے رزق عطا فرما تاکہ میں نیکی اور بھلائی وغیرہ کرسکوں پھر جب خداوند عالم اس کی نیت کی سچائی کو دیکھے گا تو اس کے لئے وہی اجر لکھ دے گا کہ جو اس پر عمل کرنے سے لکھا جاتا بے شک خداوند عالم واسع اور سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔"

ابوھاشم امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: انّما خلّد اھل النار فی النار لانّ نیّاتھم کانت فی الدنیا ان لو خلدوا فیھا ان یعصو اللہ ابداً و انّما خلّد اھل الجنة فی الجنة نیّا تھم کانت فی الدنیا ان لو بقوا فیھا ان یطیعوا اللہ ابداً فبا لنیّات خلّد ھولاء و ھو لاء ثم تلا قولہ تعالیٰ:

قل کل یعمل علی شاکلة [80]

"آپ کہہ دیجئے کہ ہر ایک اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے"

قال علی علیہ السلام : علی نیتہ[81]

"بے شک اہل جھنم ہمیشہ جھنم میں رہیں گے کیونکہ دنیا میں ان کی نیت یہ تھی کہ اگر ہمیشہ کے لئے دنیا میں رہ جائیں تو خدا کی نافرمانی کرتے رہیں گے اور اہل جنت ہمیشہ جنت میں رہیں گے کیونکہ دنیا میں ان کی نیت یہ تھی کہ اگر دنیا میں ہمیشہ کے لیئے بھی رہ جائیں تو پھر بھی خداوند کی فرمانبرداری کرتے رہیں گے لہذا نیتوں پر ہے۔

جس کی جیسی نیت ہے وہ ویسا ہی رہے گا پھر امام علیہ السلام نے اس آیت شریفہ کی تلاوت فرمائی:

("(اے رسول(ص))کہہ دو ہر شخص اپنی ذات اور طبیعت کے مطابق عمل انجام دے گا")

امام علیہ السلام نے فرمایا: "اس سے مراد ان کی نیت ہے"

یہاں پر ہماری نیتوں پر منحصر ہے کہ ہم کس چیز کی خواہش رکھتے ہیں۔ اگر ہماری دعا میں خلوص شامل ہے تو یقیناً ہمیں یہ درجہ عطا کیا جائے گا کہ جس کی ہم خواہش رکھتے ہیں۔

لفظ انصار اور اعوان کا مطلب تقریباً ملتا جلتا ہے۔البتہ عون کادرجہ نصرت سے زرا زیادہ ہے یعنی اگر کوئی زبانی حمایت بھی کرے تو ناصر کھلائے گا مگر عون اس وقت بنے گا جب عملی طور پر حمایت کرے ممکن ہے کہ یہ سوال پیدا ہو کہ غیبت کے زمانے میں عملی طور پر کس طرح کام کیا جاسکتا ہے؟ تو اس کے جواب میں عرض کرتے چلیں کہ فرائض اور واجبات ہر دو رکی مناسبت سے مختلف ہوتے ہیں۔ زمان ظہور میں جو فرائض ہوں گے وہ خود ہی حضرت(عج) آکر معین فرمائیں گے لیکن زمان غیبت میں ہمارے کچھ فرائض ہیں یہ فرائض تکالیف اور احکامات شرعی کے علاوہ ہیں کہ جن پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لیئے ضروری ہے۔ خود امام زمان(عج) کی نسبت سے بھی مخصوص فرائض ہیں جیسے حضرت(عج) کے ظہور کے لئے دعا کی جائے۔

کہ جس کی روایت میں بہت تاکید کی گئی ہے یہاں تک کہ افضل الاعمال میں سے قرار دیا گیا ہے۔آپ کے ذکر کو زندہ رکھا جائے۔ بچوں کی تربیت کرتے وقت شروع ہی سے آپ کے لئے وقف کیا جائے وغیرہ۔

شروع ہی سے بچوں کے ذہن میں ڈالا جائے کہ ہم اور ہمارے پاس جو کچھ ہے اس کے اصل مالک خدا کے بعد آج کے دور میں حضرت ولی عصر (عج) ہیں۔

"زابین عنہ" سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ حضرت کو دشمنوں کے شرّ سے بچائیں کیونکہ حضرت کو کسی کی محتاجگی نہیںھے۔

بلکہ یہاں احتیاج تو ہماری طرف سے ہے ہمیں ان کی ضرورت ہے نہ یہ کہ اُن کو ہماری ضرورت ہو۔اس سے مراد اپنے خلوص کو ظاہر کرنا ہے اور یہ ایک طرح کا مومنین کا حضرت سے اظھار محبت ہے۔

"المسار عین الیہ" سے بھی مراد یہ ہے کہ حضرت کی خدمت میں رہ کر ان کی غلامی کی جائے خداوند عالم کے بعد وہ ہمارے امور کے مالک ہیں جس طرح ایک غلام اپنے مالک کے فرمان کو بجالانے کے لئے ہر دم تیار رہتا ہے۔ یہی نسبت ہماری حضرت کے ساتھ ہو کہ جس کو باقی جملوں "الممتثلین لاوامرہ" اور "والمحامین عنہ" میں بیان کیا جارہا ہے۔

ھمارا پورا وجود حضرت(عج) کے اختیار میں ہو اس طرح سے کہ کوئی فکر و سوچ ہماری اپنی نہ رہے بلکہ جیسے حضرت(عج) مستقل طور پر ہر وقت اپنے پروردگار اور خالق کائنات سے رابطہ میں رہتے ہیں اور کسی لمحہ بھی اپنے خدا سے غافل نہیں ہوتے اس طرح ھمارا وجود اور فکر حضرت (عج)کے اختیار میں رہے اور لمحہ بھر کے لیئے بھی حضرت(عج) سے غافل نہ ہونے پائے۔

جملہ ’’ السابقین الی ارادتہ ‘‘ میں بیان کیا گیا ہے کہ ہمیں حضرت (عج) کے پاس پہلے جانے والوں میں قرار دیا جائے کیونکہ جس کا ایمان زیادہ محکم ہوگا وہ پہلے حضرت(عج) کی خدمت میں پھنچے گا ہمارے ایمان کو اس درجہ پر لے جائے۔ حضرت (عج)کی نصرت میں پہل کرنے والوں میں سے ہوں۔

جتنے پرانے اصحاب ہوں گے اتنا ہی حضرت(عج) کے مورد عنایت قرار پائیں گے جیسے کہ آیت شریفہ میں بھی اس بات کی جانب اشارہ ملتا ہے:

(والسابقون السابقون اولئک المقربون)

’’اور سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہی ہیں، وہی اللہ کی بارگاہ کے مقرّب ہونگے‘‘[(82)]

’’المستشه دین بین یدیه ‘‘ میں بھی مومن کی جانب سے شھادت کی تمنّا کا اظھار کیا جارہا ہے یعنی امام علیہ السلام کی رکاب میں شھادت نصیب ہو۔ جبکہ بہترین موت اور فضیلت تو صرف شھادت میں ہے اور جو مقام شھیدوں کا ہے وہ کسی کو نصیب نہیں ہوسکتا۔

ارشاد باری تعالی ہے:

(ولا تحسبنّ الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون)

ترجمہ: اور خبردار راہ خدا میں قتل ہونے والوں کو مردہ خیال نہ کرو وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں رزق پارہے ہیں[(83)]

یہ عام شیعوں کا مقام ہے اور جب امام علیہ السلام کی رکاب میں شھادت نصیب ہوگی تو اس کامقام اور فضیلت کیا ہوگی ؟ واللہ عالم۔

(اَللّٰهُمَّ إِنْ حالَ بَیْنِی وَبَیْنَهُ الْمَوْتُ الَّذِی جَعَلْتَهُ عَلَى عِبادِکَ حَتْماً مَقْضِیّاً فَاَخْرِجْنِی مِنْ قَبْرِی مُؤْتَزِراً کَفَنِی شاهِراً سَیْفِی مُجَرِّداً قَناتِی مُلَبِّیاً دَعْوَةَ الدَّاعِی فِی الْحاضِرِ وَالْبادِی)

(اے خدا ! اگر میرے اور میرے آقا امام زمان(عج) کے درمیان موت حائل ہوجائے جو تو نے اپنے بندوں کے لیئے قرار دی ہے تو پھر مجھے میری قبر سے اس طرح نکالنا کہ میں نے کفن پھنا ہوا ہو ننگی تلوار ایک ھاتھ میں ہو جبکہ دوسرے ھاتھ میں نیزہ اٹھایا ہو اور آپکی آواز پر لبیک کہہ رہا ہوں چاہے شہر میں ہو یا بیابان میں)۔

یہاں پر مومن اپنے خلوص کی انتہاء کو پہنچ کر حضرت حجت(عج) سے اپنی محبت اور عشق کا اظہار کررھا ہے حضرت (عج) کی زیارت اور ھمراھی ہونے کا شدت کے ساتھ ایسے بیان کیا جارہا ہے کہ اگر حضرت (عج) کے ظھور سے پہلے میری اجل اور موت کا وقت آپہنچے تو پھر بھی مجھے قبر سے اٹھالیا جائے جیسا کہ بعض آئمہ علیہم السلام کے اصحاب کے لیئے بھی کہا جاتا ہے کہ ظھور کے وقت اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے یہاں تک کہ اصحاب کہف وغیرہ کے لیئے بھی یوں ہی بیان ہوتا ہے۔

یقینا ایسا ہی ہوگا کہ جو دنیا میں اور اپنی زندگی میں حضرت(عج) کی نصرت کی تمنا رکھتا ہو یقینا ظھور کے وقت قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ ہر شخص کے لیئے موت حتمی ہے جیسا کہ آیہ شریفہ میں بیان ہوا ہے:

(کل نفس ذائقة الموت ثم الينا ترجعون)

ھر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اس کے بعد تم سب ہماری بارگاہ میں پلٹا کر لائے جاؤ گے۔[84]

موت اور زندگی تو کسی کے اختیار میں نہیں ہے لیکن اس موت کے بعد زندگی جو حضرت (عج) کی خدمت میں گزرے اس کی تمنا کا اختیار ہے۔

کفن پوش ہوکر قبر سے نکلنے کی خواہش کی کئی وجوھات ہوسکتی ہیں۔ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ جس طرح انسان دنیاوی بناوٹوں اور رنگا رنگ لباس کو چھوڑ کر ایک سادہ کپڑے میں لپٹ کر قبر میں جاتا ہے مجھے اسی سادگی کے ساتھ اٹھا اور میرے پاس سوائے ننگی تلوار اور نیزہ کے کچھ نہ ہو۔

ممکن ہے مراد یہ ہو کہ جیسے انسان قبر میں فقط اپنے اعمال لے کر جاتا ہے اور انھی اعمال کے ساتھ قبر سے اٹھالیا جائے گا۔اگر اعمال اچھے ہوں گے تو صحیح ہے ورنہ

سب کے سامنے بے آبرو ہوجائے گا اور سب کے اعمال ایک دوسرے پر ظاہر ہوجائیں گے۔یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ مجھے برھنہ نہ اٹھانا بلکہ میرے نیک اعمال کے ھمراہ با لباس اٹھانا اور یہ لباس وہی عقیدہ امامت و ولایت ہو کہ جس پر میں دنیا میں ایمان رکھتا تھا جیسا کہ کلام مجید میں ایسے لباس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ سب سے بہتر لباس کونسا ہے ؟ ارشاد باری تعالی ہے:

(یابنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سواتکم و ریشا! ولباس التقوی ذلک خیرٌ)

"اے اولاد آدم ہم نے تمھارے لیئے لباس نازل کیا ہے جس سے اپنی شرمگاھوں کا پردہ کرو اور زینت کا لباس بھی دیا ہے لیکن تقوی کا لباس سب سے بہتر ہے۔"(85)

اس کے بعد اسی گذشتہ بات کی تاکید کی جارہی ہے کہ میں جس حالت میں بھی ہوں چاہے سفر میں رہوں یا اپنے وطن میں ہمیشہ حضرت (ع) کو لبیک کھنے کے لیئے تیار ہوں ممکن ہے یہاں پر اشارہ اس خدشہ کی جانب ہو جو تاریخ میں انبیاء علیہم السلام یا معصوم علیہم السلام کے ساتھ پیش آتا رہا ہے جب انھوں نے کسی ضرورت کے وقت یا کسی

جنگ کے موقع پر لوگوں کو طلب کرنا چاہا تو سب کو بھانے سوجھنے لگتے تھے کسی کو بیوی بچوں کا بھانہ تو کسی کو والدین کا، کسی کو سیاسی خوف تو کسی کو اقتصادی مسائل ہر شخص اپنی مشکل کو لے کر بیٹھ جاتا تھا اور عذر تراشی کرنے لگتا ایسے موقع پر فقط خالص ایمان والے ہی ساتھ ہوسکتے ہیں۔

اگر کوئی اپنی دنیوی مشکلات کو اہمیت دے گا تو یقینا وہ فضیلت کے قافلہ سے پیچھے رہ جائے گا لہذا ہر وقت یہی دعا کریں کہ ہمیشہ سراپا حضرت (ع) کی آواز پر لبیک کھنے کے لیئے تیار رہیں اور ہمیں ایمان کے اس درجہ سے نیچے نہ گرنے دیا جائے جوامام (ع) کی نصرت کے لیئے ہونا ضروری ہے دنیا کی کوئی بھی طاقت اور کشش ہمارے اور حضرت کے درمیان حائل نہ ہو پائے۔

(اللّٰھُمَّ اَرِنِی الطَّلْعَةَ الرَّشِیدَةَ وَالْغُرَّةَ الْحَمِیدَةَ وَاکْحَُلْ ناظِرِی بِنَظْرَةٍ مِنِّی إِلَیْهِ)

(اے خدا! مجھے حضرت (ع) کا چمکتا ہوا چھرہ دکہا اور درخشاں پیشانی کو اور ان کے دیدار کو میری آنکھوں کا سرما بنادے)۔

"الطلعة الرشیدہ" سے مراد خود حضرت (ع) ھیں کیونکہ قرآن اور روایت میں حضرت (ع) کو آفتاب سے تشبیہ دی گئی ہے۔

ارشاد رب العزت ہے:

(اشرقت الارض بنور ربّھا)

(زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی)(86)

اس آیت کے ذیل میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب ہمارے قائم قیام کریں گے تو زمین آپ کو خدا کی طرف سے عطا کئے گئے نور سے بھر جائے گی(87)

اسی طرح خود حضرت (ع) بھی اپنی غیبت کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھ سے زمانہ غیبت میں کسی طرح استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

اما وجه الانتفاع فی غیبتی فکالانتفاع بالشمس اذا غیّبها عن الابصار السحاب[88]

"مجھ سے غیبت کے زمانہ میں اس طرح فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جیسے بادلوں میں سورج کے چھپ جانے سے فائدہ پہنچتا ہے۔"

"الغرۃ الحمیدۃ" کا مطلب سفید پیشانی ہے جو کنایہ ہے خوشبختی اور خوش قسمتی سے،مراد وہ نور ہے جس سے دنیا روشن ہوجائے ۔ اس علامت خوشبختی کو جو مومنین کے

لئے باعث مسرت ہو مجھ پر ظاہر فرما اور حضرت (ع) کے دیدار کو میری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک قراردے۔ میرے غم اور درد کا علاج خود حضرت (ع) ہیں۔

جیسے انسان اپنی پسند کی چیز کو دیکھ کر کہتا ہے کہ میری آنکھوں میں ٹھنڈک پڑ گئی یہ اسی مناسبت سے ہے کیونکہ۔ اس کا دیدار مومنین کے لئے باعث مسرت اور فرح ہوگا۔

ایسے دیدار چاہے عالم رویا اور خواب میں بھی کیوں نہ ہوں انسان پوری زندگی اس پر فخر محسوس کرتا رہے اور خواب میں بھی یہی تمنا رہے گی کہ خدایا یہ خواب کبھی ختم نہ ہونے پائے۔

البتہ ایک بات قابل ذکر رہے کہ دیدار فقط مومنین کےلیئے باعث مسرت ہوگا کیونکہ مومن کی دعا فقط آنکھوں سے زیارت کرنا نہیں بلکہ آنکھوں کے ذریعہ اپنے دل کو زیارت سے منور کرنا ہے۔ ایمان اور عقیدہ کے اس درجہ کے حصول کےلیئے جو محبت اور ولایت اہل بیت علیہم السلام کے لئے مطلوب ہے۔

یوں تو بہت سے لوگوں نے رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کی زیارت کی اور مسلسل زیارت کرتے رہے مگر یہ محبت ان کےلیئے فائدہ مند نہ رہی کیونکہ ان کے قلوب گناہوں کی میل سے ڈھک چکے تھے یہاں تک کہ نہ انہیں حق سمجھ میں آیا اور نہ ہی اپنی عاقبت سنوار سکے۔

ارشاد رب العزت ہے:

(ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم) [89]

"خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر گویا مہر لگادی ہے کہ نہ کچھ سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں اور آنکھوں پر بھی پردے پڑ گئے ہیں"

پھر جب یہ لوگ گمراھی اور ضلالت کے سمندر میں غرق ہونے لگتے ہیں تو پھر خداوند عالم فرماتا ہے:

(فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا و لھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون)

"ان کے دلوں میں بیماری ہے اور خدا نے نفاق کی بنا پر اسے اور بڑھا دیا ہے اب اس جھوٹ کے نتیجے میں انہیں دردناک عذاب ملے گا۔"[90]

لہذا ہماری دعا ہے کہ ہمیں وہ زیارت نصیب عطا فرما جیسے کہ زیارت کرنے کا حق ہے ھمارا وجود ایمان میں غرق ہوا ور قلب کی دھڑکنوں سے آواز آرھی ہو لبیک میرے امام (ع)خداوند ہمارے قلوب کو دنیاوی غلاظتوں کے میل سے پاک کردے تاکہ نور ایمان و ہدایت ہمارے دل میں اتر سکے۔

(وَعَجِّلْ فَرَجَهُ وَسَهِّلْ مَخْرَجَهُ وَاوْسِعْ مَنْهَجَهُ وَاسْلُكْ بِى مَحَجَّتَهُ وَانْفِذْ امْرَهُ وَاشْدُدْ ازْرَهُ)

(حضرت (ع) کے ظہور میں تعجیل فرما اور اُن کے خروج کو آسان فرما اور ان کے راستہ کو وسیع فرما اور مجھے ان کی راہ میں قرار دے اور ان کے امر کو نافذ فرما اور ان کی پشت کو مضبوط و محکم فرما)۔

یا تو ممکن ہے کہ فرج سے مراد حضرت (ع) کا ظہور یا پھر یہ کہ وہ چیزیں ہوں جو آپ (ع) کے ظہور کے اثرات میں سے ہوں جیسے فتح و نصرت اور دشمنان خدا پر غلبہ حاصل کرنا۔

دوسری بات زیادہ بہتر لگتی ہے جبکہ پھلی بات بھی قاعدہ عقلی سے دور نہیں کیونکہ اس سے بڑھ کر کیا مصیبت اور بلا ہوگی کہ ہمارے امام (ع) ہم سے دور اور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوں۔

کیونکہ یہ سب باتیںلوگوں کے لیئے طغیان اور نافرمانی کے اسباب فراہم کرتی ہیں اور پھر ایسے موقع سے فائدہ اٹھا کر شیطان بہت آسانی سے خداوند متعال کے راستہ سے لوگوں کو شکار کر کے اپنا قیدی بنالیتا ہے۔

حضرت موسی علیہ السلام کی مثال جو صرف چالیس روز کے لیئے اپنی امت سے دور ہوگئے تو ادھر بنی اسرائیل خدائے وحدہ لا شریک کو چھوڑ کر ایک بچھیا کی پرستش کرنے لگے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

(و اذ وعدنا موسیٰ اربعین لیلة ثم اتّخذ تم العجل من بعدہ و انتم ظالمون)

"اور ہم نے موسی سے چالیس راتوں کا وعدہ لیاتو تم نے ان کے بعد گوسالہ تیار کرلیا کہ تم بڑے ظالم ہو"[91]

"ان کے خروج کو آسان فرما "سے مراد یہ ہے کہ ایسے اسباب پیدا کر جو حضرت(ع) کے ظہور میں مددگار بن سکیں۔سب سے پہلے تو خود لوگوں کو اتنی صلاحیت اور قوت ایمان دے کہ حضرت(ع) کو پہچان سکیں۔حضرت(ع) کی خدمت اور غلامی کے لئے دنیا

کے کونے کونے سے آپ کے یاروں اور ناصروں کو آمادہ کر اور سب سے بڑھ کر اے خدای متعال تو خود ظھور کی اجازت دے اور مومنین کے مرجھائے ہوئے دلوں کو بھار ظھور کی نسیم و شبنم سے طراوت فرما۔

ان کے راستے کو وسیع کرنے سے مراد ان کے ظھور کے موانع کو ختم کردے کسی بھی مورد میں آپ کو کوئی وقت نہ پیش آئے مجھے ان کے راستہ میں قرار دے یعنی میرے

لئے ان کو قبول کرنے میں آسانی فرما مجھے ان کی معرفت عطا فرما اور میرے ایمان کو اتنا محکم بنا کہ مجھے حضرت(ع) کو پہچاننے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

ان کے امر کو نافذ کروانے سے بھی یہی مراد ہے کہ لوگوں کو حضرت (ع)کی اتنی معرفت ہو کہ فوراً آپ(ع) کی بات کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوسکیں۔

ایسا نہ ہو کہ جیسے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوتا رھا ہے کہ ان کی قومیں نہ فقط یہ کہ ان کی بات اور حجتوں کو سمجھ نہیں پائی تھیں بلکہ بات بات پر شک میں مبتلا ہوجاتی تھیں لاتعداد واقعات تاریخ میں ہمیں اس مطلب کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

حضرت بقیۃ اللہ (ع)کی پشت کو محکم کرنے سے مراد ممکن ہے کہ آپ(ع) کے لئے ایسے احباب اور ناصر مھیا کرے کہ جو آپ(ع) کی پشت پناھی کرسکیں یہ سنت انبیاء ہے کہ جو چلی آرھی ہے۔

قرآن کریم میں حضرت موسی علیہ السلام دعا فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں:

(قال ربّ اشرح لی صدری و یسّر لی امری واحلُلْ عقدة من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیراً من اھلی ھٰرون اخی واشدد بہ ازری واشرکہ فی امری)[92]

"موسی (ع)نے عرض کی پروردگار میرے سینے کو کشادہ فرما ، میرے کام کو آسان کردے اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ یہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے اہل میں سے میرا وزیر قرار دیدے۔ ھارون جو میرا بھائی ہے اس سے میری پشت کو مضبوط فرما اسے میرے کام میں شریک بنادے"

اس طرح معروف روایت کہ جو اہل سنت اور اہل تشیع کے یہاں یکساں طور پر مقبول ہے۔

رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)نے فرمایا: "انت منی بمنزلة ھٰرون من موسیٰ الّا انہ لا نبی بعدی ... '[93]

"تمھارا میری نسبت وہی مرتبہ ہے جو ھارون کا موسی علیہ السلام کی نسبت تھا مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

امیرالمومنین علیہ السلام اول بعثت سے آخر رحلت تک حضرت ختمی مرتبت(ص) کی خدمت میں رہے اور ہمیشہ ان کے یارو ناصر رہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ایسے دلائل اور براھین حضرت(ع) کے ساتھ بھیجے جس کے سبب آپ کو حق کی حقانیت ثابت کرنے میں کم سے کم دشواری پیش آئے اور جلد سے جلد لوگوں پر اتمام حجت ہوسکے یہ دلائل سبب بنیں کہ لوگ جلد از جلد آپ(ع) کی حمایت اور نصرت کے لیئے تیار ہوجائے ں۔

(وَاعْمُرِ اللّٰهُمَّ بِهِ بِلادَکَ وَاحْیِ بِهِ عِبادَکَ فَإِنَّکَ قُلْتَ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ ایْدِی النَّاسِ)

(پروردگار اپنے شھروں کو حضرت(ع) کے توسط سے آباد فرما اور اپنے بندوں کو زندہ فرما بے شک تو نے کہا ہے اور تیرا کہنا حق ہے کہ خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہوجائے گا جو لوگوں کے اپنے اعمال کے ھاتھوں سے ہوگا)

ممکن ہے شھروں کو آباد کرنے سے مراد یہ ہو کہ حضرت بقیۃ اللہ کا شھروں پر غلبہ حاصل ہوجائے اور وھاں پر خدا کی حکومت قائم ہوجائے اگرچہ خدا کی حکومت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی مراد یہ ہے کہ لوگوں کی اصلاح ہوجائے اور سب لوگ خدا کی بندگی میں آجائیں۔

لوگوں کو زندہ کرنے سے بھی یہی مراد ہے کہ مردہ قلوب جو گمراہ ہوچکے ہیں نور ایمان سے زندہ ہوجائیں اور ان کے دلوں میں فقط خدا کی حکومت ہو ۔اس بات پردعا کے بعد والا جملہ جو آیت ہے قرینہ ہے۔

(ظهر الفساد فی البرّ و البحر بما کَسَبَتْ ایدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا لعلّهم یرجعون)

"لوگوں کے ھاتھوں کی کمائی(اعمال) کی وجہ سے خشکی اور تری ہر جگہ فساد غالب آگیا ہے تاکہ خدا ان کے کچھ اعمال کا مزہ چکھادے تو شاید یہ لوگ پلٹ کر راستے پر آجائیں"[(94)]

اس آیت شریفہ کے ذیل میں بھی یہی بیان کیا جاتا ہے کہ جو بھی تباھی اور بربادی ہمیں دنیا میں نظر آتی ہے اس کا سبب خود وھاں کے لوگ ہوتے ہیں اور یہاں لو گو ں

کو ہوشیار کیا جارہا ہے جو فساد اور نقصان ہوگا اس کے اصل ذمہ دار تم لوگ خود ہوگے۔

لہذا اس سے مراد زمین میں فساد اور عمومی بلائیں ہیں جو جھان میں نمودار ہونگیں وھاں کے لوگوں کو تباہ و برباد کردیں گی چاہے وہ قحط کی صورت میں ہو یا مرض کی، چاہے زلزلہ کی صورت میں ہو یا معاشرے میں بدامنی کی وجہ سے ہو۔

جو بھی چیز نظام معاشرت اور زندگی میں خلل پیدا کرے گی اس کا سبب لوگوں کا اپنا عمل ہوگا۔

جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

" حیات دواب البحر بالمطر فاذاکف المطر ظھر الفساد فی البحر و البر و ذلک اذاکثرت الذنوب والمعاصی"[95]

""سمندری حیوانات کی حیات بارشوں پر منحصر ہے اور جب بارشیں نہ ہوں تو سمندر اور خشکی پر تباھی آجاتی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب گناہ اور نافرمانی حد سے زیادہ ہوجائے ۔"

اس کے برعکس مطلب کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے کہ:

(ولو ان اھل القری آمنوا واتّقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض)

""اور اگر اہل قریہ ایمان لے آتے اور تقوی اختیار کرلیتے تو ہم ان کے لیئے زمین اور آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے""[96]

انسان اگر عبودیت اختیار کرلے اور خدا کا ہو کر رہ جائے تو زمین و آسمان اس کے لیئے خزانے لگنے لگیں اور چاروں طرف سے نعمتوں کا نزول شروع ہوجائے گا۔

(فَاظْهِرِ اللّهُمَّ لَنا وَلِيَّکَ وَابْنَ بِنْتِ نَبِيِّکَ الْمُسَمَّى بِاسْمِ رَسُولِکَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ)

(پروردگار ! ہمارےلیئے اپنے ولی او راپنے نبي (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کی بیٹی کے فرزند کو کو ظاہر فرما جو تیرے رسول (ص)کا ہم نام ہے)

یہاں پر حضرت بقیۃ اللہ کو خدا کے ولی ہونے سے نسبت دی گئی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا کہ وہ صاحب اور مالک ہیں یعنی خداوند عالم کی جانب سے یہ مالکیت ان کو عطا کی گئی ہے جیسا کہ آیت مبارکہ میں حضرت (ع)کے جد بزرگوار مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب علےھما السلام کے لئے نازل ہوا۔

(انّما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا و یقیمون الصلوۃ و یوتون الزکاۃ و ھم راکعون)

""بس تمھارا ولی، اللہ ہے اور اس کا رسول(ص) اور وہ صاحبان ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں""[97]

اہل تشیع [98] کے نزدیک اور اہل تسنن[99] کے نزدیک اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے لیئے نازل ہوئی ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہاں لفظ "ولی" دوست یا ناصر کے معنی میں نہیں آیا کیونکہ یا رو دوستی کرنے کا حکم فقط ان لوگوں کے لئے نہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں بلکہ ایک کلی اور عام حکم ہے حتیٰ ان لوگوں کے لئے بھی یہی حکم ہے جن پر زکات اور صدقہ دینا واجب ہی نہیں بلکہ خود فقیر ہیں لیکن پھر بھی مسلمانوں میں آپس کے بھائی چارے کا حکم ان کے بھی شامل حال ہے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مبارکہ میں "ولی" ولایت کے معنی میں ہے جس کا لازمہ سرپرستی کرنا اور مادی و معنوی امور میں تصرف کا حق رکھنے کے ہے مخصوصاً جب اس ولایت کی بات اللہ اور رسول (ص) کی ولایت کے ساتھ کی جارہی ہو اور یہ پورا جملہ ایک ہی سیاق میں بیان ہوا ہے۔

یہ بات تو ذکر ہوچکی ہے کہ اگر کسی بھی معصوم (ع) کے لئے کوئی فضیلت ثابت ہوجاتی ہے تو تمام معصوم (ع) اس میں شریک ہوتے ہیں جیسا کہ معروف روایت میں ذکر ہوا ہے کہ:

اولنا مُحَّمد و آخرنا مُحَّمد و اوسطنا مُحَّمد [100]

"ھمارا پھلا بھی محمد اور ھمارا آخری بھی محمد اور ہمارے اوسط بھی محمد ہیں"

یہاں پر حضرت زہرا سلام اللہ علیھا سے نسبت دینے کا مقصد ایک تو یہ ہوسکتا ہے کہ رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی زریت حضرت زہرا سلام اللہ علیھا سے ہے۔

قال رسول اللہ (ص): کل نبی اُمّ ینتمنون الی عصبتھم الا ولد فاطمہ فانی انا ابوھم و عصبتھم[101]

" ہر ماں سے پیدا ہونے والے بچے کو اس کے باپ کے اجداد سے نسبت دی جائے گی سوائے اولاد فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیھا بے شک میں ان کا باپ ہوں اور میں ہی ان کا جد ہوں۔"

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیھا اہل آسمان میں بہت معروف ہیں لہذا ان کی شھرت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان سے نسبت دی گئی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ کے صحابی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری نے سوال کیا کہ:

"حضرت فاطمہ کو زہرا کیوں کہا جاتا ہے "

تو امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: "لان اللہ عزّ و جلّ خلقھما من نور عظمته فلمّا اشرقت اضائت السموات والارض بنوریھا و غشیت ابصار الملائکة و خرّت الملائکة لله ساجدین، قالوا الھنا و سیدنا ما ھذا النور ؟ فاوحیٰ الله الیھم ھذا نور من نوری [102]

"کیوں کہ جب خداوند عالم نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہاکواپنے نور سے خلق کیا اور جب اس نور نے پوری کائنات کو اپنی آغوش میں لے لیا تو ملائکہ نے سوال کیا پروردگار ! یہ کونسا نور ہے ؟ جس کے جواب میں خداوند نے فرمایا:

" یہ میرے نور میں سے ہے"

یہی وجہ ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہاکی بڑی فضیلت ہے کیونکہ بقاء دین حضرت زہرا(س)کے توسط سے ممکن ہوا ہے، اسلام اور رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کے نام کو زندہ رکھنے والے یہی لوگ ہیں اسی بنا پر اللہ تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کی مرضی کے مطابق حضرت بقیۃ اللہ اس دنیا کو عدل اور انصاف سے بھر دیں گے جیسے ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔

رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کے ھمنام ہونے کی جانب جو اشارہ ہوا ہے در اصل ان روایت کی روشنی میں ہے جن کے مطابق حضرت حجت(ع) کی کنیت اور نام اپنے جد بزرگوار رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)والا ہوگا۔

(حَتّٰی لاَ یَظْفَرَ بِشَیْءٍ مِنَ الْباطِلِ إِلاَّ مَزَّقَه وَیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُحَقِّقَه)

(یہاں تک کہ باطل کامیاب نہ ہونے پائے مگر یہ کہ وہ متفرق ہوجائیں اور حق پائیدار اور اپنے مقام پر ثابت ہوجائے)

یہ بات تو روایت علامات ظہور میں بیان ہوچکی ہے کہ حضرت ولی عصر(ع) باطل پر غلبہ پاجائیں گے اور کوئی نا حق اس دنیا میں باقی نہیں رہے گا جیسا کہ پہلے بھی اس چیز کی جانب اشارہ کرچکے ہیں۔اس زمانے میں فقط دو گروہ رہ جائیں گے ایک وہ جو حضرت(ع) کے ساتھ ہونگے اور آپ کے حامی و ناصر ہونگے اور دوسرا و ہ گروہ ہے جو حضرت (ع)کے مخالف ہونگے چاہے وہ بے طرفی اور کسی کے ساتھ نہ ہونے کا بھی اقرار کرلیں یہ سب لوگ ایک حساب میں شمار کئے جائیں گے۔

یہ معلوم رہے کہ حق جو حقیقت اور واقعیت ہے ایک وقت میں ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتا جبکہ باطل ممکن ہے کہ متعدد گروھوں کی شکل میں ہو۔اب جبکہ حق صرف ایک ہی ہوسکتا ہے توآپ(ع) پوری دنیا میں حق کی حکومت قائم کریں گے اور حق کو وہ مقام دلائیں گے جو اس کا حق ہے ۔جیسا کہ عدالت کی تعریف میں بیان کیا جاتا ہے کہ: "وضع شیٔ علی موضعه "

یعنی ‘‘عدالت یہ ہے کہ ہر چیز کواس کے مقام پر رکھ دیا جائے’’ نتیجہ کے طور پر یہ وہ زمانہ ہوگا جب اہل کو منصب ملے گا اور نااہل وں کو ہٹادیا جائے گا یہ زمانہ عدالت اور انصاف کا زمانہ ہوگا۔

گرہم دیکھیں کہ جس معاشرے میں نظم و ضبط نہ رہے اور وہ تباھی کی جانب تنزل کرتا نظر آئے تو اس کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ نااہل آگے آجاتے ہیں جبکہ حقدار کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔

جبکہ وہ زمانہ حق کا باطل پر چھا جانے کا زمانہ ہوگا جہاں عزت اور شرافت کا معیار آیت مبارکہ کے مطابق ہوگا جیسے:

(انَّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم) (103)

‘‘ تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے’’

شرافت و عزت کا معیارکسی عھدے یا مال و دولت کی وجہ سے نہیں ہوگا موجودہ زمانہ میں کیونکہ باطل کا بول بالا ہے حتی ایک گویے اور ناچنے والے کو عزت کی نگاہ سے

دیکھا جاتا ہے جبکہ معاشرے میں دیندار طبقہ کو حقارت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا یہ وہ بے عدالتی اور حق تلفی ہے کہ جس کو آپ(عج) مٹانے کے لیئے ظہور فرمائیں گے۔

(وَاجْعَلْہُ اللّٰھُمَّ مَفْزَعاً لِمَظْلُومِ عِبادِکَ وَناصِراً لِمَنْ لاَ یَجِدُ لَہُ ناصِراً غَیْرَکَ وَمُجَدِّداً لِمَا عُطِّلَ مِنْ احْکامِکِتابِکَ وَمُشَیِّداً لِمَا وَرَدَ مِنْ اعْلاٰمِ دِینِکَ وَسُنَنِ نَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہ)

(پروردگارا ! ان کو اپنے مظلوم بندوں کے لئے پناہ گاہ اور جن کا کوئی تیرے سوا ‘‘یاور’’ نہ ہو ‘‘ یاور’’ قرار دے اور اپنی کتاب(قرآن) کے متروک قوانین کو زندہ فرما اور اپنے دین کی علامتوں اور اپنے نبی (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کی سنت کو مضبوط فرما درود ہو ان پر اور انکی آل پر۔)

یہاں پر گذشتہ کلمات کی تفسیر کی جارہی ہے کہ صرف آپ(عج) ہی مظلوموں کے لئے سہارا ہونگے اور آپ(عج) ظالموں سے مظلوموں کاحق واپس دلوائیں گے ۔ جیسا کہ بیان کرچکے ہیں ۔وہ زمانہ حق کی بالادستی کا زمانہ ہوگا لہذا کوئی مظلوم باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ اس کا حق اسکو مل جائے۔ اور اسی طرح بے سھارا لوگ جوصرف خداوند متعال کے آسرے پر ہوتے ہیں جن کو کوئی پناہ دینے والا نہیں ہوتا ۔آپ(عج) آکر انکی مدد فرمائیں گے۔ان لوگوں کو اس حالت میں آکر نجات دینگے جب کوئی اُنکا پوچھنے والا نہیں رہ جائے گا۔

کتاب خدا کے احکامات کو زندہ کرنے سے مراد ممکن ہے یہ ہو کہ زمان غیبت کے طولانی ہونے کے سبب جو لوگ تعلیمات قرآنی سے دور ہوچکے ہیں اور قرآن پر عمل نہیں کرتے آپ آکر اس قرآن کو احیاء کریں گے اس صورت میں کہ اس کے احکامات کو دنیا میں رائج کریں گے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ قرآن کو ہر فرقہ اور گروہ نے اپنی نظر اور عقیدے کے مطابق بیان کیا ہے اور اپنے ذہن کے مطابق اسکی تفسیر اور تاویل کرتے پھرتے ہیں جب کہ آپ(عج) کے آنے کے بعد وہ باتیں جو ابھی تک قرآن میں مخفی تھیں ظاہر ہوجائیں گی اور آپ(عج) ہی کے توسط سے ان کو بیان کیا جائیگا۔

البتہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن میں کچھ کمی ہے اور کچھ باتیں بیان نہیں ہوئیں بلکہ قرآن کامل ہے اور اس میں ہر چیز بیان ہوچکی ہے جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

(ما فرّطنا فی الکتاب من شیٔ)

'' ہم نے اس (کتاب) میں کسی چیز کی وضاحت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی''[104]

دین اور سنت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کو مضبوط کرنے سے مراد دین اسلام کی نصرت کرنا ہے اور صرف یہی دین خداوند عالم کے نزدیک مقبول ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

(ان الدین عند اللہ الاسلام)

'' بے شک ! خداوند عالم کے نزدیک صرف اسلام ہی دین ہے''[105]

اعلام دین سے مراد احکام اسلام ہیں کہ جن کا پیروان مذہب اسلام پر بجا لانا واجب ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ جو احکامات بجا نہیں لاتے ۔اور محرمات علنی طور پر مرتکب ہوتے ہیں ۔حضرت (عج) ان کو احکام پر عمل کروائیں گے۔ سادہ زبان میں یوں عرض کریں کہ واجبات پر عمل کروانے اور محرمات سے روکنے کا فریضہ بھی آپ(عج) ہی کے کاندھوں پر ہوگا۔ اور یہی حال سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کا ہے جو کافی حد تک لوگوں کے درمیان سے ختم ہوچکی ہوگی اس کے احیاء کے فرائض انجام دیں گے۔

البتہ ایک بات قابل ذکر ہے کہ یہاں پر مضبوط کرنے کی بات کی گئی ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہوں لیکن مومنین ہونگے اور وہ احکامات خداوند

اور سنتِ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلّم)پر قائم ہونگے ۔یقیناً ایسے ہی مومنین سب سے پہلے نصرائے امام (ع)پر لبیک کہیں گے اور یہی لوگ:

< والسابقون السابقون اولئک المقربون)

ترجمہ: "اور سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہی ہیں، وہی اللہ کی بارگاہ کے مقرّب ہیں"[106]کے مصداق بنیں گے۔

< وَاجْعَلْهُ اللّٰهُمَّ مِمَّنْ حَصَّنْتَهُ مِنْ بَاسِ الْمُعْتَدِينَ)

(پروردگارا ! ان کو قرار دے ان لوگوں میں سے جنکی تو محافظت کرے گا باغیوں کے شرّ سے)

یہ ایک طبعی رد عمل ہوتا ہے یہ مسئلہ ھمیشہ سے انبیاء (ع)اور اولیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ چلا آرھا ہے۔ ہر زمانے میں باغی اور طغیان کرنے والے ہوتے ہیں اور اگر کوئی بات ان کی مرضی کے مطابق نہ ہو تو ہر گز اس کو نہیں مانتے اور اگر کوئی ان سے اصرار کرے

تو دشمنی اور قتل غارت گری پر اتر آتے ہیں ۔

جب حضرت بقیتہ اللہ اوراحنا فدا ظھور کریں گے تو بہت بڑی تعداد بلکہ اکثر بڑی قوتیں چاہے وہ علاقائی سطح پر ہوں یا عالمی سطح پر آپ (عج) کے وجود کو برداشت نہیں کریں گی اور آپ(عج) کو نقصان پہچانے کاکوئی موقعہ ھاتھ سے نہیں جانے دیں گی جس کے سبب بات جنگ وجدال تک جا پھنچے گی ۔

یقیناً اسی صورت حال میں آپ(عج) کو نقصان پھنچنے کا اندیشہ ہے ۔اسی لئے یہ دعا کی جارہی ہے جیسے خدا وند متعال نے حضرت عیسی مسیح علیہ السلام اور اصحاب کہف و غیرہ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور خود حضرت (عج) کو بھی ایک طویل عرصہ تک غیبت میں رکھ کر ہر نقصان سے بچایا اسی طرح ظھور کے بعد بھی محافظت فرما ۔اور یقیناً خدا وند عالم محافظت فرمائے گا کیونکہ زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی کہ جو عقلاً و نقلاً ثابت شدہ بات ہے۔

(اللّٰهُمّ و سر نبیک مُحَمَّداً صلی اللہ علیه و آله برویته ومن تبعه علیه دعوته)

(پروردگارا!اپنے پیغمبر(ص) اور ان کی دعوت پر پیروی کرنے والوں کو آپ (ع)کے دیدار سے خوشحال کر۔)

یہاں پر خداوندعالم سے ظھور کی درخواست کہ جارہی ہے جوآپ کا ظاہر ہونا مومنین کے لئے خوشحالی کا باعث ہوگا اس سے بڑھ کر خود ذات مقدس رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلّم)کے لئے بھی باعث مسرت ہوگا یہ وہ موقع ہوگا جب صدر اسلام سے لیکر

ظہور تک جن لوگوں نے محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہ م اجمعین کی حق تلفی کی ہوگی چاہے وہ جنگ و جدال کی صورت میں ہو چاہے ان کی پیروی نہ کرنے کی وجہ سے ہو سب سے بدلہ لیا جائے گا۔

جیسا کہ ہم دعا میں پڑھتے ہیں: " یا ربّ الحسین بحق الحسین اشفع صدر الحسین بظهور الحجة "

"اے حسین علیہ السلام کے پروردگار تجھے حسین علیہ السلام کا واسطہ، حضرت حجت کو ظاہر کر کے حسین علیہ السلام کے سینے کو شفا (قلب کو خوشحال فرمادے)بخش دے۔"

اوراسی طرح دعاء شریف ندبہ میں پڑھتے ہیں "این الطالب بدم المقتول بكربلا"

"کربلا میں شھید ہونے والے کے خون کا بدلہ لینے والا کہاں ہے۔"

رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کی شفاعت سے لیکر جناب زہرا سلام اللہ علیھا کی کمر شکنی اور محسن علیہ السلام کے قتل کا بدلہ لیا جائے گا۔مسجد کوفہ کی محراب کو خون سے رنگین کرنے کا حساب لیا جائے گا۔حسن علیہ السلام کے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا جواب طلب کیا جائے گا پھر جو کچھ مظالم کربلا اور شام میں گزرے یہاں تک کہ بغداد اور شام کے زندانوں میں رونما ہونے والے واقعات کا بھی حساب ہوگا۔

خلاصہ یوں کہیں کہ محمدو آل محمد صلوات اللہ علیہ م اجمعین کے خون سے لکھی گئی تاریخ کا حساب ہوگا اور بات فقط اہل بیت علیہم السلام پر آکر نہیں رکتی بلکہ ان کے تابعین اور محبت کرنے والوں کے خون کے قطرہ قطرہ کا حساب ہوگا۔

تو اس حال میں محمد و آل محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کیوں نہ خوشحال ہوں جب اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کے دشمنوں سے حساب چکایا جارہا ہوگا اس وقت نفاق اور ایمان ظاہر ہوچکے ہونگے اور منافق کا وجود باقی نہیں رہے گا۔

(وَارْحَمِ اسْتِكانَتَنا بَعْدَهُ)

(اے پروردگار ! آپ کے ظھور کے بعد ہم پر رحم فرما اور ہمیں اس غم سے نجات دے)

یہاں پر دو احتمال دےئے جاسکتے ہیں ممکن ہے اس سے مراد یہ ہو کہ وہ مصیبتیں جو کفار کی طرف سے ظھور کے بعد مومنین پر پڑیں گی ہمیں ان سے نجات دے اور ہمارے ایمان کو محفوظ فرما۔

اور دوسری بات ممکن ہے یہ ہو کہ اے خدارا اب جب کہ گریہ و زاری کے ساتھ تجھ سے اپنی حاجت بیان کرچکے ہیں۔ہمارے غم کے آنسوں کو آپ(ع) کے ظھور سے خوشی کے آنسوں میں بدل دے اور ہماری دعا کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔

اگرچہ سیاق جملہ سے دوسری بات بہتر لگتی ہے کیونکہ اس کے بعد ہم پڑھتے ہیں:

(اللّٰهُمَّ اكْشِفْ هذِهِ الْغُمَّةَ عَنْ هذِهِ الاْ‌ُمَّةِ بِحُضُورِهِ وَعَجِّلْ لَنا ظُهُورَهُ)

(پروردگارا ! آپ(ع) کے ظاہر کرنے کے سبب اس امت کے غم کو دور فرما اور ہمارے لئے ان کے ظهور میں تعجیل فرما)

یہاں پر بھی پچھلے مطالب کی وضاحت کی جارہی ہے کہ ہم کو آپ(ع) کے ظهورکے سبب غم سے باھر نکال دے یہی ہماری دعا ہے اور یہی تمنا۔خدایا اس امت پر بہت ظلم ہوچکے ہیں ہمارے شانے جنازوں کے بوجھ سے خم ہوچکے ہیں۔

(إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيداً وَنَرَاهُ قَرِيباً)

(بے شک دشمنان خدا اور اسلام آپ(ع) کے ظهور کو دور اور ہم نزدیک دیکھ رہے ہیں)

خدارا ہم کبھی بھی تیری رحمت سے مایوس نہیں ہوتے ہیں خدارا ہماری حیات میں حضرت حجت (ع)کو ظاہر فرما ہمیں تجھ سے امید ہے اور بس۔تو ہی همارا مالک ہے تو ہی نے ہم کو اس دنیا میں پیدا کیا تو ہی نے محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین سے محبت کرنے کا حکم دیا۔اے خدا ہم تیرے ناچیز بندے تیری بارگاہ میں سوالی ہیں ہم ہر سال ہر ماہ اور ہر دن کو اس امید سے شروع کرتے ہیں کہ شاید آج خانہ کعبہ کی دیوار کے پاس سے آواز آجائے۔ہمارے آنسوں کو آپ(ع) کے دیدار سے خشک فرما۔

(بِرَحْمَتِکَ يَا ارْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔)

(اے ارحم الراحمین تجھے تیری رحمت کی قسم)

پروردگارا تجھ کو تیری رحمت کا واسطہ تجھے تیری رحمت کی قسم، تو جو رحم کرنے والوں میں سب سے برتر ہے ہماری حالت زار پر رحم فرما ہماری دعا کو مستجاب کردے۔

اس کے بعد حکم ہوا ہے کہ تین مرتبہ اپنی دائیں ران پر ھاتھ مار کر کھیں:

(الْعَجَلَ الْعَجَلَ يَامَوْلایَ يَا صاحِبَ الزَّمانِ)

(جلدی آئیے ، جلدی آئیے ، اے میرے مولیٰ اے اس زمانہ کے امام (ع))

یہاں موالی انتھائی عاجزی اور بے بسی کا اظھار کرتے ہوئے کہتا ہے اے میرے مولیٰ آپ جلدی کیوں نہیں آتے ؟ جلدی سے آئیں آپ کے غلام قدم بوسی کےلیئے آمادہ ہیں انہیں اپنی زیارت کا شرف بخشیں۔

اے خدا ہماری اس دعا کو قبول فرما ہمیں ،ہمارے وال دین،ہمارے اجداد اور ہماری اولاد کو اصحاب اور اعوان حضرت بقیۃ اللہ میں سے قرار دے۔

الٰھی آمین ثم آمین۔

زمانہ غیبت میں حضرت (عج) کا کردار

ایک سوال جو بہت زیادہ کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت بقیۃ اللہ (عج) زمانہ غیبت میں کس طرح استفادہ کریں ؟ جبکہ غیبت کے زمانہ میں امام علیہ السلام تک کسی کی رسائی بھی نہیں ہے تو وہ کون سا طریقہ ہے یا سادہ الفاظ میں یوں بیان کریں کہ وجود مقدس بقیۃ اللہ (عج) کا ہماری زندگی میں کیا کردار ہے ؟

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ سوال آئمہ علیہم السلام کے زمانہ میں بھی کیا جاچکا ہے اور متعدد روایت میں ہمیں اس کا جواب ملتا ہے ہم نمونہ کے طور پر چند ایک روایت کو بیان کرتے ہیں۔

پھلی روایت:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری نے حضرت پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) سے سوال کیا کہ " آیا زمانہ غیبت میں شیعہ حضرت قائم آل محمد علیہ السلام سے استفادہ کرسکینگے۔

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نے فرمایا:

"ای والذی بعثنی بالنبوۃ انھم لیستضیون بنورہ و ینتفعون بولایتہِ فی غیبتہ کانتفاع بالشمس و وان تجلّھا سحاب"

ھاں اس خدا کی قسم جس نے مجھے پیغمبری کے لیئے منتخب کیا ان سے شیعہ ان سے اور انکے نور ولایت سے اسی طرح فائدہ اٹھائیں گے جس طرح سورج جب بادلوں میں چھپ جائے تو اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔[107]

دوسری روایت:

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا" جب سے اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کیا ہے اور روز قیامت تک یہ زمین نہ حجت خدا سے خالی رھی ہے اور نہ رہے گی"

راوی نے سوال کیا : "پھر غائب امام علیہ السلام سے کس طرح استفادہ کیا جاسکتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

"کما ینتفعون بالشمس اذا سترھا السحاب " جیسا کہ بادلوں میں چھپنے کے بعد سورج سے استفادہ کیا جاتا ہے[108]

تیسری روایت:

حضرت حجت عجل اللہ فرجہ الشریف خود اپنی توقیع میں جو اپنے دوسرے نائب

خاص حضرت محمدبن عثمان کے ذریعہ اسحاق بن یعقوب (رہ) کے نام بھیجتے ہیں، فرمایا :

اماوجه الإنتفاع بی فی غیبتی فکالإنتفاع بالشمس اذا غیبتها عن الابصار السحاب [109]

"اور لوگ مجھ سے غیبت میں اس طرح مستفض ہونگے جیسے سورج کے بادلوں میں چھپ جانے کے بعد مستفض ہوتے ہیں۔"

حدیث " من مات ولم یعرف۔۔۔۔" کی توضیح اور تشریح:

البتہ بہت سے مخالفوں نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ جب ہم امام علیہ السلام کو دیکھ نہیں سکتے اور ان کی بات کو سن نہیں سکتے تو ہم کس طرح اس متفقہ حدیث پر عمل کرسکتے ہیں ۔

رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)نے فرمایا:

"من مات و لم يعرف امام زمانه مات ميتة جاهلية"

(جو بھی اس حالت میں مرے کہ اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ جاہل یت کے زمانہ کے کافر کی موت مرے گا)

جیسا کہ ذکر ہوچکا ہے اس حدیث کا صادر ہونا تواتر[110]سے ثابت ہوچکا ہے اسی وجہ سے بعض علماء اہل سنت نے سوال اٹھایا تو پھر زمانہ غیبت میں ہم کیونکر امام علیہ السلام کو پہچان سکتے ہیں ؟ اور کیسے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ؟

علمائے شیعہ نے جواب دیا کہ پھلی بات یہ ہے کہ فائدہ فقط اس بات پر منحصر نہیں ہے کہ امام علیہ السلام کی زیارت کی جائے ۔ خود حضرت(ع) کے وصی ہونے کی تصدیق کرنا کیونکہ منصب خدا کی طرف سے عطاء شدہ ہے اور دراصل یہ خدا کی تصدیق ہے یہ بھی ذاتاً مطلوب ہے ۔اور یہ بات ارکان دین میں سے ہے جیسا کہ حضرت پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے زمانہ میں تھا۔

فقط حضرت پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کی زیارت کرنے والوں کو مسلمان نہیں کہا جاتا تھا۔بلکہ زیارت کرنا یا نہ کرنا تو کبھی بھی معیار نہیں رہا۔ معیار تو آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کی نبی اللہ کی حیثیت سے تصدیق اور آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)پر ایمان لانا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کی وفات کے بعد دنیا میں آئے انھوں نے تو حضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کی زیارت نہیں کی جبکہ آج تک کیا بلکہ قیامت تک کسی کے مسلمان ہونے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)پر ایمان لایا جائے۔

اسی اعتراض کی بنا پر بعض علماء مخالف نے حدیث شریف میں معرفت امام کا مطلب کتاب خدا کی معرفت جانا ہے۔[111]

جس کے جواب میں عرض کرتے چلیں کہ روایت میں امام کا ساتھ زمانہ کا اضافہ ہے یعنی "زمانہ کے امام" اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں امام مختلف ہوگا یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ یہ تو امام کے تبدیل ہونے کا ثبوت ہے جبکہ قرآن تو ہر زمانے میں ایک ہی رھا ہے اور رہے گا اور اس کتاب خدا کے بدلنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

اگر یہی بات ہوتی تو کہہ دیا جاتا کہ کتاب خدا کی معرفت حاصل کرو نہ یہ کہ زمانہ کی کتاب کی معرفت حاصل کرو۔

حدیث شریف میں حضرت کی سورج سے تشبیہ :

اس حدیث شریف کو سمجھنے کے لیئے جس میں حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) کوسورج سے تشبیہ دی گئی ہے ضروری ہے کہ سورج کے کردار پر ایک نظر ڈالی جائے۔

ھمارا منظومہ شمسی(سولر سیسٹم) اگرچہ کائنات میں ایک ناچیز حیثیت رکھتا ہے ابھی تک کی تحقیق کے مطابق ۳۰،۰۰۰ سے زیادہ منظومہ کا انکشاف ہوچکا ہے جبکہ یہ جستجو اور تحقیق ہمیشہ جاری رہے گی با وجود اسکے کہ اس عظیم خلقت خداوند متعال کو دیکھ کرہمارے منظومہ شمسی کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی لیکن کیونکہ ہم اسی منظومہ سے زیادہ مانوس ہیں لہذا اسی کو معیار گفتگو قرار دیں گے۔

سورج کے گرد متعدد سیارے مسلسل گردش میں ھیں جس میں سے تیسرا نمبر ہماری زمین کا آتا ہے ہماری یہ زمین ۵۹۵۵ بلین ٹن وزن کے ساتھ چار ہزار ملین سال سے ۱۰۶۲۰۰ کیلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے سورج کے گرد گھوم رھی ہے اس کے باوجود کبھی بھی اپنے مدار سے خارج نہیں ہوتی ہے اس کی وجہ وہ جاذبہ اور کشش ہے کہ جو سورج میں پایا جاتا ہے۔جو زمین کو اپنی جانب کھینچتا ہے اور دوسری طرف سے زمین میں وہ قدرت ہے کہ جو مسلسل اپنے مرکز(سورج) سے دور ہونے کے اوپر صرف کررھی ہے۔انھی دونوں قوتوں اور کشش کا نتیجہ ہے کہ زمین اپنے مدار میں باقی ہے۔

اگر ایک لمحہ کے لئے بھی سورج اپنی کشش کو روک لے تو یہ زمین اپنے مدار سے خارج ہونے کے بعد دوسرے سیاروں سے ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہوجائے گی اسی طرح سے اگر زمین اپنی قوت دافعہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی ختم کرلے تو سورج سے جاٹکرائے گی یہ سورج جو ۳،ملین اور ۳۳۰ ہزار زمین کے برابر وزن رکھتا ہے جس کی وجہ سے زمین کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔

حیات اور بقاء زمین اس پر متوقف ہے کہ زمین اور سورج مسلسل اپنی قوت دافعہ اور جاذبہ کو برقرار رکھیں اگر یہ رابطہ لمحہ بھر کے لئے بھی منقطع ہوجائے تو اسی وقت زمین کا وجود عدم میں بدل جائے گا۔سورج کا کردار زمین اور منظومہ شمسی کے دوسرے سیاروں کی بقاء کے لیئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

اسی طرح کائنات میں جھان ہستی کی نسبت سے مرکزی کردار امام زمانہ(عج) کا ہے یہ جھان ہستی اپنے محور اور مرکز حضرت حجّت(عج) کے گرد گردِش میں ہے میں ہے اگر ایک لمحہ کے لئے بھی رابطہ منقطع ہوجائے تو سب کے سب فوراً ہلاک ہوجائیں گے۔حجّت خدا کا صرف موجود ہونا ہی بقاء زندگی کے لئے کافی ہے اگر یہ حجّت نہ رہے تو کائنات فنا ہوجائے گی۔

اس بات کی تائید میں متعدد روایت نقل ہوئی ہیں ہم نمونہ کے طورپر چند ایک روایت کو نقل کرتے ہیں۔

پهلی روایت:

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)حضرت علی ابن ابی طالب علےھماالسلام سے فرماتے ہیں :

" انی و احد عشر من ولدی و انت یا علیّ زرُّ الارض بنا اوتد اللہ الارض ان تسیخ باھلھا فاذا ذھب الاثنا عشر فی ولدی ساخت الارض باھلھا و لم ینظروا "[112]

""میں اور میرے اولادوں میں سے گیارہ آدمی اور تم اے علی زمین کے لنگر ہیں ہمارے توسط سے خداوند عالم نے زمین کو بچا رکھا ہے وہ اپنے اوپر رہنے والوں کو نگل نہ سکے پھر جب ھمارا بارھواں اس زمین سے چلا جائے گا تو زمین اپنے اوپر رہنے والوں کو نگل لے گی اور انہیں مھلت نہ دی جائے گی۔"

دوسری روایت:

ایک اور مقام پر پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)اپنی زندگی کے آخری ایام کے خطبہ میں فرماتے ہیں :

"معاشر النّاس کانی اُدعی فاجیب وانّی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی ما إن تمسّکتُم بھما لن تضلّوا فتعلّموا منھم و لا تعلِّمُوھم فانھم اعلم منکم لاتخلوالارض منھم و لو خَلَتْ اذاً لساخت باھلھا" [113]

"اے لوگوں وقت نزدیک آگیا ہے کہ مجھے بلایا جائے اور دعوت حق کو لبیک کھوں ۔میں تمھارے درمیان دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں خدا کی کتاب اور میری آل اگر ان دونوں سے منسلک رہو گے تو گمراہ نہیں ہوگے ان سے سیکھو اُن کو پڑھانے کی کوشش مت کرنا کیونکہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔کبھی بھی زمین ان سے خالی نہیں رہے گی اور اگر خالی ہوگئی تو یہ زمین اپنے اہل کو نگل لے گی۔"

تیسری روایت:

ارشاد رب العزت ہے:

(انما انت منذرٌ و لکل قوم ھادٍ) [114]

آیت مبارکہ کے ذیل میں رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)فرماتے ہیں:

بے شک منذر میں ہوں، آیا جانتے ہو کہ ہدایت کرنے والا کون ہے ؟ لوگوں نے جواب دیا: نہیں یا رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)حضرت ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)نے حضرت علی ابن ابی طالب علیھما السلام کی جانب اشارہ کیا اور پھر امیر المومنین علیہ السلام کے کچھ فضائل بیان کیے اور پھر فرمایا:

" ھو الامام ابو الائمّة الزُھَر "

"وہ امام ہیں اور نور بانٹنے والے اماموں کے والد ہیں۔"

لوگوں نے سوال کیا : " یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)آپ کے بعد کتنے امام آئیں گے ؟

حضرت (ص)نے جواب میں فرمایا:

" اثنا عشر عدد نقباء بنی اسرائیل و منّا مھدی ھذہ الامة یَمْلَأُ اللہ بہ الارض قسطاً و عدلاً کما مُلِئَتْ جوراً و ظلماً و لا یخلو الارض منھم الّا ساُخَت باھلھا"[115]

بارہ عدد بنی اسرائیل کے خلفاء کے جتنے۔ امت کا مھدی بھی ہم میں سے ہے خداوند عالم ان کے توسط سے زمین کو عدل سے بھردے گا جیسے کہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔زمین ان سے خالی نہیں ہوگی مگر یہ کہ اہل زمین کو نگل لے گی۔

چوتھی روایت:

امام زین العاب دین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بنا یمسک الارض ان تمید باھلھا و بنا یُنَزِّلُ الغیث و بنا ینشرُ الرحمة و یخرجُ برکاتِ الارضِ و لولا ما فی الارض منّا لساخت باھلھا"[116]

"ہمارے توسط سے زمین اپنے اوپر رہنے والوں کو تنگ نہیں کرتی ہے اور ہماری وجہ سے بارشیں ہوتی ہیں اور ہماری وجہ سے زمین اپنے اوپر خزانے اگل دیتی ہے اگر ہم میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو تو زمین اپنے اہل کو نگل لے گی۔"

پانچویں روایت:

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لو اَنَّ الامامَ رُفِعَ من الارض ساعةً لماٰ جَتْ باهلها کما یموجُ البحر باهله"[117]

اگر ایک لمحہ کے لئے بھی امام زمین سے اٹھا لئے جائیں تو زمین اپنے رہنے والوں کو اس طرح غرق کردے گی جیسے طوفان سمندر میں رہنے والوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

چھٹی روایت:

امام محمد باقر علیہ السلام ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

" لو بقیت الارض یوماً بلا امام منّا لساخَتْ باهلها" [118]

اگر ایک دن بھی ہم میں سے کوئی امام زمین پر نہ رہے تو زمین اپنے رہنے والوں کو نگل لے گی۔

ساتویں روایت:

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

" و لولا مَن علی الارض مِن حجج الله لنفضتِ الارض ما فیها و الْقَتْ ما علیها انّ الارضَ لا تخلوا ساعةً من الحجة"[119]

اگر زمین پر خدا کی حجت نہ رہے تو جو کچھ اس کے اندر ہے باہر اگل دے گی اور جو کوئی اس پر رہنے والے ہیں دور پھینک دے گی بے شک زمین ایک لمحہ کے لیئے بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی۔

آٹھویں روایت:

حضرت ابوحمزہ ثمالی (رہ) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر فرماتے ہیں:

" آیا ممکن ہے کہ زمین حجت سے خالی رہ جائے"

امام علیہ السلام نے فرمایا:

" لو بقیت الارض بغیر امام لساخت"[120]

"اگر زمین امام سے خالی ہوجائے تو سب کچھ تباہ ہوجائے گا۔"

نویں روایت:

امام جعفر صادق علیہ السلام ایک طویک حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"لوخَلَتِ الارض ساعة واحدةً من حجّةٍ لله لساخت باھلھا"[121]

"اگر زمین ایک لمحہ کے لیئۓ بھی حجت خدا سے خالی ہوجائے تو اپنے رہنے والوں کو نگل لے گی۔"

مذکورہ روایت کو مدنظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سورج بادلوں میں چھپ کر اور اہل زمین سے بظاھر رابطہ۔ منقطع کرنے کے باوجود پورے نظام شمسی کو تباھی اور بربادی سے بچائے رکھتا ہے اور سورج ہی کی وجہ سے پورا نظام اپنی جگہ۔ پر قائم اور دائم رہتا ہے بالکل اسی طرح خودحضرت(عج) انسانوں سے بظاہر دوری اور غیبت میں رہ کر بھی ان کو حیات بخشے ہوئے ہیں اور اگر یہ رابطہ منقطع ہوجائے توحیات انسانی وجود سے عدم میں بدل جائے گی اور سب کچھ نابود ہوجائے گا انھی کے وجود کی برکت سے اہل زمین،آسمان اور زمین سے فیوضات حاصل کرتے رہتے ہیں۔

زمین اپنے خزانے اگلتی رہے گی اور آسمان سے عنصر حیات جس پر انسانی زندگی کا انحصار ہے باران رحمت نازل ہوتی رہے گی جس طرح مادی زندگی میں انسان آپ(عج) سے فیضیاب ہوتا رہتا ہے اسی طرح سے معنوی زندگی میں بھی آپ (عج) کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔آپ(عج) کا ذکر لوگوں کو خدا کی جانب ہدایت کرتا ہے۔آپ(عج) کے انتظار میں لوگ خدا سے گڑگڑاکر انتھائی عاجزی کی حالت میں ظھور کی دعائیں کرتے ہیں خود یہ عمل انسان کو عبودیت کی منزل کی جانب دھکیلتا ہے۔

آپ (عج)کی معرفت فرض کی گئی ہے جیسا کہ معروف روایت میں ارشاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)نے فرمایا:

" من مات و لم یعرف امام زمانه مات میتةً جاھلیةً "

جوکوئی بھی اس حالت میں مرے کہ اپنے زمانہ کے امام علیہ السلام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ جاہل یت کی موت مرے گا۔

آپ(ع)سے دوری انسان کو زمانہ جاہل یت میں پلٹا دیتی ہے آپ (ع)کی معرفت نہ رکھنا اس کا مترادف ہے کہ انسان بے دین ہے اور وہ زمانہ قبل از اسلام کی طرح گمراہ ہوچکا ۔

کچھ امام زمانہ (ع) کی والدہ معظمہ کے بارے میں

یہ بھی معجزات الٰھی میں سے ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے لیے زوجہ کا انتخاب کہاں سے کیا گیا ہے حضرت نرجس کا تعلق سلسلہ بادشاہت روم سے ہے جس کا دارالخلافہ بیزانس کہ جو موجودہ دور میں استنبول کے نام سے معروف ہے ۔حضرت نرجس خاتون کے والد یشوعا قیصر روم کے بیٹے تھے جنکا سلسلہ نسب حضرت عیسٰی علیٰ نبینا و علیہ السلام کے اصحاب سے ملتا ہے اور والدہ کی طرف سے شمعون علیہ السلام کی نسل سے ہیں جو حضرت عیسٰی مسیح علیہ السلام کے وصی تھے۔

اسماء شریفہ:

حضرت نرجس خاتون علیھا السلام کے نو(۹) نام نقل ہو ئے ہیں:

جو ملیکہ، حکیمہ ، سبیکہ، نرجس، سوسن ،مریم ،ریحانہ ،خمط اور صقیل ھیں۔

(۱)نرجس: ایک پھول کا نام ہے جسے اردو زبان میں نرگس کا پھول کہتے ہیں ۔[122]

(۲)سوسن : موسمی پھول کا نام ہے اور مختلف رنگوں میں ہوتا ہے ۔ یہ اصل میں یورپ،امریکہ اور ھمالیہ میں پایا جاتا ہے۔[123]

(۳)سبیکہ : خالص سو نے کو کہتے ھیں۔اورخالص چاندی کے لیے بھی استعما ل ہو تاھے ۔[124]

(۴)حکیمہ : اسکالر خاتون کو کہا جا تاھے ۔ آپ نے علم وحکمت کوبیزانس میں ایک خصوصی عربی زبان استانی سے سیکھا تھا۔[125] جبکہ اسلامی تعلیمات کو امام علی نقی علیہ السلام کی بیٹی حکیمہ خاتون سے سیکھا۔[126]

(۵) ملیکہ -: ملکہ کے معنیٰ میں استعمال ہو تا ہے اور حق بھی یہی ہے کہ وہ پوری دنیا پر حکومت کرنے والے فرزند ارجمند کی والدہ ماجدہ ہیں

(٦) مریم : حضرت عیسی علیہ السلام کی والدہ کا نام ہے اورعلماء اہل تشیع اور اہل سنت اس بات پر متفق ھیںکہ حضرت عیسی علیہ السلام حضرت بقیۃ اللہ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے ۔[127]

(٧) ریحانہ: ھرخوشبو والے پودے کو کہا جاتا ہے ۔[128] اور یقینا ایسا ہی ہے کہ جنکے فرزند کی خوشبو سے پورا جھان معطر ہوگا اور نور ولایت ہر جگہ چھا جائے گا ۔

(٨) خمط : پھلدار درخت کا نام ہے اور ھرتازہ اور خوشبووالی چیز کو کہتے ہیں ۔[129]

(٩) صقیل : ہر نورانی چیز کو کہتے ہیں ۔شیخ صدوق (رہ)اورشیخ طوسی (رہ) کا کہنا ہے کہ حضرت نرجس خاتون کے حاملہ ہونے کے بعد آپکو صقیل کانام دیا گیا تھا۔[130]

دو خاندانوں کاملاپ :

اب دیکھتے ہیں کہ یہ قیصر روم کی خوشبو خاندان نبوّت و عصمت تک کیسے پہنچ گئی۔ اس قصہ کو علماء کرام نے اپنی کتابوں میں تفصیل سے لکھا ہے مانند شیخ صدوق(رہ) نے کمال الدین میں ، شیخ طوسی(رہ) نے غیبت میں ، طبری(رہ) نے دلائل الامامۃ میں ،ابن شہر آشوب (رہ)نے مناقب میں ، لیلی(رہ) نے منتخب میں ، ابن فتّال نیشاپوری(رہ) نے روضہ میں ، شیخ حرعاملی(رہ) نے اثبات الھداۃ میں ،سید ھاشم بحرانی(رہ) نے حلیۃالابرار میں اور علامہ مجلسی(رہ) نے بحار الانوار میں نقل کیا ہے ،ہم اس واقعہ کو تلخیص کے ساتھ پیش کریں گے ۔

بشربن سلیمان نخّاس :

بشر کا تعلق رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)کے صحابی حضرت ابوایوب انصاری (رہ) کی نسل سے ہے

ھے بشر حضرت امام ہادی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے صحابیوں میں سے تھے پیشہ کے اعتبار سے بشر بن سلیمان غلام اور کنیز وغیرہ کی خریدوفروش کا کام کیا کرتے تھے ۔

بشر بن سلیمان کا بلاوا :

ایک رات سامرہ میں بشر بن سلیمان اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ دروازہ پر دستک ہوئی تو پتہ چلا کہ امام ہادی علیہ السلام کا خادم کافور آیا ہے اور کہتا ہے کہ فوراً چلو! حضرت امام علیہ السلام نے بلایا ہے ۔ بشر بن سلیمان بھی جلدی سے تیار ہو کر حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے ۔ انھوں نے دیکھا کے امام ہادی علیہ السلام اپنے فرزند ارجمند امام حسن عسکری علیہ السلام سے گفتگو میں مشغول ھیں۔

امام ہادی علیہ السلام نے بشربن سلیما ن سے فرمایا :

" اے بشر تم انصاری کی نسل سے ہو ۔ہماری محبت ھمیشہ سے تمھارے دلوں میں رہتی آرھی ہے تمھاری ہر نسل نے ہماری محبت کو ارث میں حاصل کیااور اب میں چاہتا ہوں کہ ایک راز تم پر آشکار کروں اور تمھیں ایک اہم کام کی ذمہ داری سونپوں ۔یہ کام تمھارے لیے باعث فضیلت ہو گا اس طرح سے کہ تم سارے شیعوں میں اس فضیلت میں پھل کروگے۔ "

اسکے بعد امام ہادی علیہ السلام نے رومی زبان میں ایک خط لکھا اور اپنی مھر مبارک لگا کر بشر کو دیا اور اس کے ساتھ ایک بٹوا بھی دیا ۔ جس میں دوسو بیس(۲۲۰)دینار تھے ۔یہ دونوں چیز تھمانے کے بعد فرمایا !" یہ دونوں چیزیں لیکر بغداد کی جانب روانہ ہوجاؤ فلاں دن ظھرسے پہلے فرات کے راستے میں پہنچ جاؤ ۔ جب غلاموں اور کنیزوں کی کشتیاںوھاں پھنچیں اس جگہ پر بہت سے لوگ خریداری کی غرض سے آئے ہوئے ہوں گے کچھ لوگ عباسی عھداروں کی طرف سے ہونگے جبکہ تھوڑے بہت جوانان عرب بھی دکھائی دیتے تم اس دن دور سے دیکھتے رہنا اور ایک کنیز وغلام بیچنے والا بنام عمربن یزید کے پاس جانا اور تم دیکھو گے کہ اسکے پاس ایک کنیز ہوگی جس نے رنگین ریشمی کپڑے پھنے ہوئے ہونگے ۔اور جب کوئی اسکی بولی لگائے گا تو وہ کسی کے لیے بھی اپنا نقاب نہیں اٹھائے گی ۔

اسی دوران خریداروں کے ہجوم میں ایک سیاہ شخص آگے بڑھ کر تین سو(۳۰۰) دینار میں اس کنیزکو خریدنا چاہے گا ۔جس پر یہ کنیز اس شخص کی غلامی میں جانے سے انکار کر دے گی اور کہے گی کہ:

"اگر مجھے کوئی رئیس زادہ بھی آکرکیونہ خریدنے کی کوشش کرے مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہو گی لہٰذا تم اپنا پیسہ ضائع مت کرو "

اس موقع تم اٹھکر عمروبن یزید سے کہنا ! میرے پاس اشراف عرب میں سے ایک کا خط ہے جو رومی زبان میں لکھا ہوا ہے یہ اس کنیز کو دیدواگر یہ راضی ہو جائے تو مجھے اپنے موکّل کی طرف سے اجازت ہے کہ ان کے لیے کنیز خریدلوں کنیزنے خط لیکر پڑھا

اور عمروبن یزید سے کہا کہ مجھے اس خط کے لکھنے والے کے لیے بیچو ورنہ میں اپنے آپ کو ہلاک کر لوں گی اس موقع پر بشربن سلیمان اور عمروبن یزید میں مزاکرہ شروع ہوا اور یہ سودا دوسوبیس(۲۲۰)دینار پر آکر ختم ہوا ۔

پھر بشربن سلیمان کنیز کو لیکر گھر آیا تو دیکھا کہ وہ خط کوھاتھ میں لیکر چومتی جارہی ہے ۔بشربن سلیمان نے حیرت سے سوال کیا کہ ! تم ایسے خط کو چوم رھی ہو جس کے لکھنے والے کو جانتی تک نہیں ہو ۔جس پر اس خاتون نے جواب دیا :غور سے سنو !میں ملیکہ بنت یشوعا بن قیصر رو م ہوں میری ماں کا نسب شمعون علیہ السلام سے ملتا ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام کے وصی تھے اب میں تمھیں بہت حیرت انگیزواقعہ سنانے جارہی ہوں ۔

خاتون علیھاالسلام کی کہانی ان کی اپنی زبانی :

جب میری عمرتیرہ سال کی ہوئی تو میرے دادا قیصر روم نے اپنے بھتیجے سے میری شادی کرنے کا فیصلہ کیا ۔محفل منعقد کی گئی تین سو راھب اور سات سوپادری وھاں موجود تھے نیز چارہزار فوجی سردار ،شرفاء اور معززین بھی اس محفل میں شریک تھے ۔تخت وتاج شھنشاھی کو جواھرات سے سجایاھواتھا جیسے ہی میرے دادا کا بھتیجا تخت پر بیٹھا اور صلیب کواسکے گرد گھما یا جانے لگا سب تعظیم میں کھڑے ہوگئے اور انجیل کے صفحات کو کھولا گیا۔

محفل درہم برہم ہوگئی :

جس وقت شادی کی رسم شروع کی جانے لگی ایک مرتبہ ساری صلیبیں الٹ کر گرگئیں ۔تخت وتاج لرزنے لگے وہ جوان جو شادی کی غرض سے آیا تھا بیھوش ہو کر گر پڑا سب کے چھروں سے رنگ اڑ گیا راھبو ں کے بزرگ نے میرے دادا سے کہا ! اس نحوست والے عمل کو چھو ڑدو کہ جس کی وجہ سے مسیحیت نابودھوتی ہوئی نظر آرھی ہے ۔ میرے داداقیصرروم نے جواب میں کہا کہ صلیبونکو اپنی جگہ نصب کرو ۔ ساری چیزونکو اسکی جگہ پر رکھو پھر اپنے دوسرے نمبر کے بھتیجے کو بلایا تا کہ میری شادی اس سے کر دی جائے دوبارہ سے دربار کو سجایا گیا اور محفل جمائی گئی جیسے ہی رسم شادی شروع کرنے کی بات کی گئی دو بارہ وہی حادثہ پیش آیا اور سب کچھ درہم برہم ہوگیا میرے دادا افسردہ ہوکر اپنے حر م سرا میں چلے گئے۔

پھلا خواب :

میں نے اس رات ایک خواب دیکھاکہ جس نے مجھے بدل کر رکھ دیا ۔میں نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام ، شمعون اور حواریوں کا ایک گروہ میر ے دادا کے محل میں جمع ہے اور ایک نور سے بناھوامنبر عین اسی مقام پر نصب ہے کہ جھاں میرے دادا کا تخت ہوتا ہے ۔اسی وقت حضرت محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)اپنے وصی اور داماداميرالمومنین حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام اور ان کی اولادمیں سے ایک گروہ کے ھمراہ تشریف لائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آگے بڑھ کر حضرت محمد (ص)کو اپنی آغوش میں لے لیا ۔ اس وقت حضرت محمد (ص)نے حضرت عیسیٰ سے فرمایا !میں تمھارے وصی شمعون کی بیٹی ملیکہ کا رشتہ ا پنے بیٹے ابومحمد علیہ السلام کے لیے مانگنے آیا ہوں ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت شمعون علیہ السلام کو مخاطب کرکے فر مایا! اے شمعون علیہ السلام تمھاری قسمت جاگ اٹھی ہے شر افت اور فضیلت تمھیں نصیب ہو رھی ہے اپنے خاندان کا آل محمد علیہم السلام کے خاندان سے رشتہ جوڑ لو ۔

شمعون نے جواب دیا !اطاعت ہوگی ۔اس وقت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)منبر پر تشریف لائے اور خطبہ نکاح پڑھکر میرا ابومحمد سے عقد کر دیا ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام ، انکے حواری اور آل محمد علیہم السلام ہمارے نکاح کے گواہ ہیں ۔

جب اس سنھرے خواب سے میری آنکھ کھلی تو میں ڈر گئی کہ اگر اس خواب کو اپنے دادا کو سنایا تو وہ مجھے قتل کردیں گے لہذا اس خواب کو ایک راز کی طرح اپنے سینے میں رکھا لیکن اس خواب نے مجھے اتنا بدل دیا تھا کہ ہر وقت ابو محمد علیہ السلام کی محبت کے بارے میں سوچتی رہتی تھی اور کہانے پینے کی طرف سے بالکل توجہ ہٹ گئی تھی یھاں تک کہ میں مریض ہوگئی ۔

پوری مملکت روم میں کوئی ایسا طبیب نہ تھا جس نے میرا علاج نہ کیا ہو مگر سب کا سب بے فائدہ رھا میرے دادا نے مایوس ہوکر مجھ سے سوال کیا ! میری بیٹی ! کیا تمھارے دل میں کوئی خواہش ہے کہ جو اس دنیا میں تمھارے لئے پوری کروں۔

میں نے جواب دیا ! داداجان اگر آپ حکم کریں کہ جتنے بھی مسلمان آپکی قید میں ہیں انکی زنجیروں کو کھول دیا جائے اور انکو اذیت کرنا بند کردیا جائے اور ان پر احسان کرکے ان کو آزاد کردیا جائے تو مجھے امید ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ حضرت مریم علیھا السلام میرے لیے سلامتی اور رحمت کے دروازے کھول دیں ۔

کیونکہ میرے دادا نے میری خواہش پوری کردی تھی میں بھی کوشش میں لگی رھی کہ اپنے آپ کو صحتمند دکھاؤں لہذا تھوڑا بہت کہانا پینا شروع کردیا میرے دادا نے خوش ہو کر اسیروں کو مزید رعایت دیدی ۔

دوسرا خواب :

پھلے خواب کے چودہ روز بعد دوبارہ خواب دیکھا کہ خاتون جنت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھاتشریف لائی ہیں اور حضرت مریم سلام اللہ علیھابھی انکے ھمراہ ہیں جبکہ ایک ہزار کنیزیں بھی انکے ھمراہ ہیں حضرت مریم سلام اللہ علیھانے مجھ سے مخاطب ہوکرفرمایا! یہ خاتون جنت سلام اللہ علیھا اور تمھارے شوھر ابو محمد علیہ السلام کی والدہ ہیں ۔ میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا کے دامن میں سر رکھ کر رونے لگی اور ابو محمد علیہ السلام کے میرے پاس نہ انے کا شکوہ کیا ۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا نے فرمایا ! جب تک تم مشرک رہو گی ابو محمد علیہ السلام تمھارا دیدار کر نے نہیں آئیں گے یہ میری بھن مریم بنت عمران ھیںکہ جو بارگاہ الٰھی میں تمھارے دین سے اظھار برائت اور دوری کرتی ھیںاب اگر تم خدا ، حضرت عیسی علیہ السلام اورحضرت مریم سلام اللہ علیھاکی خوشنودی چاہتی ہو اور ابو محمد علیہ السلام سےملنے کی خواہش بھی رکھتی ہو تو بو لو:

اشھد ان لا الہ ا لّا اللہ واشھد انّ مُحَمَّدًرسول اللہ ۔

جیسے ہی میں نے کلمہ شھادتیں اپنی زبان پر جاری کیا حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھانے مجھے سینے سے لگا کر فرمایا:

اب ابومحمد علیہ السلام کے انتظار میں رہنا تمھاری جلدی ہی ان سے ملاقات ہو جائے گی۔

نیند سے اٹھکر ابو محمد علیہ السلام کے دیدار کے لئے لحہ شماری کرتی رھی اس کے بعد والی رات کو خواب میں ابومحمد علیہ السلام کی زیارت کی اور اس کے بعد سے آج تک ہر رات ان کو خوا ب میں دیکھتی آرھی ہوں ۔

حضرت نرجس خاتون کی اسیری :

بشر بن سلیمان نے سوال کیا کہ: پھر اسیر کس طرح ہوئیں ؟

جناب نرجس خاتون علیھا السلام نے جواب دیا :ایک رات ابو محمد علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو انھوں نے فرمایا ! ابھی کچھ دنوں میں تمھارے دادا مسلمانوں سے جنگ کرنے کی غرض سے ایک لشکر لے کر چلیں گے تم بھی نوکرانیوں کے لباس میں چھپ کر انکے ساتھ مل جانامیں نے ان کے فرمان کی اطاعت کی اور یہی ہوا کہ مسلمانوں نے حملہ کیا اور میں اسیر ہو گئی اور ابھی تک کسی کو معلوم نہیں کہ میں روم کے بادشاہ کی پوتی ہوں بشربن سلیمان نے سوال کیا کہ یہ فصیح و بلیغ عربی کہاں سے سیکھی ؟ تو خاتون

علیھا السلام نے جواب دیا کہ میرے داداکو پڑھنے پڑھانے کا بہت شوق ہے اوران کی خواہش تھی کہ میں مختلف قوموں کی زبان اوران کے ادب وآداب سیکھوں اسی بنا پر انھوں نے ایک خاتون کو حکم دیا کہ وہ مجھے صبح وشام عربی سکھائے ۔

اور یہ پورا قصہ تھاکہ اس طرح سے حضرت نرجس خاتون علیھا السلام روم سے سامراء پہنچیں ۔اس کے بعد حضرت امام ہادی علیہ السلام نے اپنی بھن حکیمہ علیھا السلام کو بلا کر میری جانب اشارہ کرکے فرمایا یہ وہی خاتون ہیں کہ جن کا انتظار تھا اور ان سے کہا کہ مجھے احکام دین اور اسلامی آداب سیکھائیں۔(131)

---

(1) بحار الانوار ج۵۳،ص۹۵ اور ج۸٦،ص۲۸۴ اور ج۹۴،ص۴۲ اور ج۱۰۲،ص۱۱۱۔

(2) کافی ج۲،ص۱۲،باب اخلاص ج٦

(3) بحار الانوار ج۵۳،ص۳۲٦۔

(4) کافی ج٦،ص۴۰٦۔

(5) سورہ تحریم آیت ۸ ۔

(6) بحارالانوار ج۵۳، ص۳۲٦ ۔

(7) سفینۃ البحار ج۲،ص٦۱۲،مادہ نور، بحار الانوار ج۲۳،ص۳۰٦۔

(8) سورہ نساء آیت ۱۷۴۔

(9) تغابن آیت ۸۔

(10) بحارالانوار ج۵۸،ص۵۔

(11) بقرہ آیت ۲۵۵۔

(12) بحارالانوار ج۵۸،ص۲۸۔

(13) بحار الانوار ج۵۸،ص۲۸۔

(14) بحارالانوار ج۵۸،ص۱۰۷۔

(15) بحارالانوار ج۱۳،ص۲۷۳۔

(16) بحارالانوار ج۶۰،ص۲۷۔

(17) سورہ نمل آیت ۸۶ ۔

(18) سورہ انعام آیت ۳۸۔

(19) سورۂ انعام آیت ۵۹۔

(20) یس آیت ۱۲۔

(21) نمل آیت ۸۹۔

(22) اسراء آیت ۸۲۔

(23) اسراء آیت ۸۲۔

(24) فجر آیت ۲۲۔

(25) غافر آیت ۷۸۔

(26) زمر آیت ۶۹۔

(27) قصص آیت ۸۸۔

(28) مجمع البیان ج۷،ص۴۲۱۔

(29) البرہان ج۳،ص۲۴۱۔

(30) بقرہ آیت ۲۵۸۔

(31) آل عمران آیت ۱۵۶۔

(32) یونس آیت ۵۶۔

(33) روم آیت ۱۹۔

(34) آل عمران آیت ۲،بقرہ آیت ۲۵۵۔

(35) طہ آیت ۱۱۱۔

(36) عوالم العلوم ج۱۱،ص۲۶، مستدرک سفینۃ البحار ج۳،ص۳۳۴۔

(37) زمر آیت ۶۹۔

(38) تفسیر صافی ج۴،ص۳۳۱، نور الثقلین ج۴،ص۵۰۴۔

(39) شوریٰ آیت ۱۱۔

(40) اسراء۔۴۴۔

(41) حج۔۶۶ ۔

(42) روم۔۴۰ ۔

(43) بقرہ ۔۲۸

(44) دخان۔۸۔

(45) اعراف۔۱۵۸۔

(46) بقرہ۔۲۵۵۔

(47) ل عمران ۔۲۔

(48) غافر۔۶۵۔

(49) انبیاء ۔۱۰۷ ۔

(50) حمد ۔۶ ۔

(51) بحار الانوار ج۵۱،ص۳۰،ح۷ ۔

(52) بحار الانوار ج۵۱،ص۳۰،ح۶۔

(53) بحار الانوار ج۵۱،ص۲۹،ح۲ ۔

(54) بحارالانوار ج۵۱،ص۲۸،ح۱۔

(55) بحارالانوار ج۵۱،ص۳۰،ح۴ ۔

(56) نساء ۵۹ ۔

(57) تفسیر الکبیر ج۱۰ ص۱۴۴۔

(58) تفسیر البحر المحیط ج۳، ص۲۷۸ ۔

(59) احقاق الحق ج۳،ص۴۲۵۔

(60) نساء آیت ۵۹۔

(61) ینابیع المودہ ص۱۱۶۔

(62) احزاب آیت ۵۶ ۔

(63) نساء آیت ۶۵۔

(64) مجمع البیان ج۸،ص۵۷۹۔

(65) مجمع البیان ج۸،ص۵۷۹۔

(66) تفسیر در المنثور ج۶ص۶۴۶۔۶۵۶۔

(67) کہف، آیت ۱۰۹ ۔

(68) انعام ،آیت ۳۸۔

(69) انعام ،آیت ۵۹ ۔

(70) نحل ، آیت ۸۹،

(71) اسد الغابة ج۴،ص۱۰۸، مختصر تاریخ دمشق ج۱۷،ص۳۵۳

(72) ینابیع المودہ ص۶۹۔

(73) ینابیع المودہ۔ ص۶۹۔

(74) سفینۃ البحار ج۱،ص۵۰۴ کلمہ ربع۔

(75) سفینۃ البحار ج۱،ص۵۰۴، کلمہ ربع۔

(76) انعام آیت ۳۷۔

(77) نمل آیت ۷۷۔

(78) حجرات آیت ۱۸ ۔

(79) بحار الانوار ج۷۰، ص۱۹۹ ح۴۔

(80) اسراء آیت ۸۴۔

(81) بحارالانوار ج۷۰،ص۲۰۱،ح۵۔

(82) واقعہ آیت ۱۱۔

(83) آل عمران ۱۶۹۔

(84) عنکبوت ،آیت۵۷۔

(85) اعراف، آیت۲۶۔

(86) زمر ،آیت ۶۹۔

(87) بحارالانوار ج۵۳،ص۱۸۰۔

(88) تفسیر صافی ج۴،ص۳۳۱،نور الثقلین ج۴،ص۵۰۴۔

(89) بقرہ ،آیت۷۔

(90) بقرہ، آیت ۱۰۔

(91) بقرہ ،آیت ۵۱۔

(92) طہ ،آیت ۲۵۔۳۲

(93) یہ حدیث مختلف کتابوں میں ذکر ہوئی ہے حوالہ کے طور پر بحار الانوار ج۳۳، ص۱۷۶،باب ۱۷ ۔اصول کافی ج۸،ص۱۰۷،روایت۸۰،باب۸ اور المستدرک الوسائل ج۱۸،باب ۲۰، ص۳۶۷ روایت ۲۲۹۷۱ میں رجوع کریں۔

(94) روم،آیت ۴۱۔

(95) تفسیر المیزان ج۱۶، ص۲۰۰ ۔

(96) اعراف ،آیت ۹۲۔ ۳۔

(97) مائدہ،آیت ۵۵۔

(98) احقاق الحق ج۲،ص۳۹۹ سے ۴۱۰ تک، مجمع البیان ج۳،ص۳۲۴، نورالثقلین ج۱ ، ص۶۴۷ ، تفسیر المیزان ج۶،ص۵۔

(99) تفسیر در المنثور ج۳ ص۱۰۵،تفسیر کشاف ج۱ ص۳۴۷،تفسیر فتح القدیر ج۲ ص۶۶۔

(100) بحارالانوار ج۲۵،ص۳۶۳،ج۳۶،ص۴۰۰۔

(101) عوالم العلوم ج۱۱،ص۵۴۰۔

(102) عوالم العلوم ج۱۱،ص۶۱،باب ۳،ح۲۔

(103) حجرات،آیت ۱۳۔

(104) انعام،آیت ۳۸۔

(105) آل عمران، آیت ۱۹۔

(106) واقعہ ،آیت ۱۰۔۱۱۔

(107) کمال الدین ج۱،ص۲۵۳،بحارالانوار ج۳۶،ص۲۵۰ ،مراۃ العقول ج۴،ص۲۷۔

(108) امالی صدوق ص۱۵۷، کمال الدین ص۲۰۷، بحارالانوار ج۵۲،ص۹۲، فرائد السمطین ج۱،ص۴۶، ینابیع المودة ج۱،ص۷۶،ج۳،ص۳۶۱۔

(109) بحار الانوار ج۵۳ ص۱۸۱، کمال الد ین ج۲ ص۴۸۵،غیبت شیخ طوسی(رہ)ص۱۷۷،احتجاج طبر سی (رہ)ص۴۷۱،اعلام الوری ص۴۲۴،کشف الغمہ ج۳ص۳۲۲،النوادر فیض کاشانی ص۱۶۴، کلمہ الامام مھدی ص۲۲۵،المختارمن کلمات الامام المھدی ج۱ص۲۹۴۔

(110) تواتر اسے کہتے ہیں کہ ایک روایت اتنی تعداد میں مختلف راویوں اور واسطوں سے ایسے نقل کی جائے کہ اس کے جھوٹ ہونے کا احتمال بھی باقی نہ رہے۔

(111) مراۃ العقول،ج۴،ص۲۸۔

(112) غیبت شیخ طوسی ص۱۳۹ ، بحارالا نوارج۳۶ص۲۵۹، اثبات الھداۃ ج۱ص۴۶۰ تقریب المعارف ص۱۷۵۵۔

(113) کفاےۃ الاثر ص۱۶۳، بحارالانوار ج۳۶،ص ۲۳۸، محجۃ البلاغہ ج۱،ص۱۷۰،ینا بیع المودة ج۱ ص۷۴۔

(114) سورہ رعد آیت ۷۔

(115) کفاےۃ الاثر ،ص۸۹،بحارالانوار ج۳،ص۳۱۶۔

(116) فرائد السمطین ج۱،ص۴۶،ینابیع المودة ج۱،ص۷۵،ج۳ص۳۶۰۔ امالی شیخ صدوق ص۱۷۵،کمال الدین ج۱،ص۲۰۷۔

(117) کمال الدین ج۱ص۲۰۲،بحارالانوار ج۲۳ص۳۴۔

(118) کمال الدین ج۱،ص۲۰۴، بحارالانوار ج۲۳،ص۳۷۔

(119) کمال الدین ج۱ص۲۰۲، بحارالانوار ج۲۳،ص۲۴۔

(120) غیبت نعمانی ص۱۳۸،علل الشرایع ص۱۹۸،بصائر الدرجات ص۵۰۸۔

(121) غیبت نعمانی ص۱۶۱۔بحار الانوار ج۵۱ص۱۱۳۔

(122) فرھنگ معین ج۴،ص۴۷۰۲۔

(123) فرھنگ معین ج۲ ص۱۹۵۴۔

(124) لسان العرب ج۶ ص۱۶۳۔

(125) غیبت شیخ طوسی(رہ) ص۱۲۸،کمال الدین ج ۲ص ۴۲۳۔

(126) دلائل الامامۃ ص ۲٦۷،بحارالانوار ج۵۱ ص۱۰۔

(127) مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۵ ص۱۹۸ ح۱۹۴۹۵

(128) فرھنگ معین ج۲ ص۲۰۷۱۔

(129) لسان العرب ج۴ص۲۲۰۔

(130) غیبت طوسی(رہ) ص۲۴۱،کمال الدین ج۲س۴۳۲۔

(131) غیبت طوسی ص۱۲۸،۱۲۴، کمال الدین صدوق ج۲،ص۴۲۳،۴۱۷ دلائل الامامۃ ص۲٦۷،۲٦۳، مناقب ابن شہر آشوب ج۴،ص۴۴۱،۴۴۰ ،روضۃ الواعظین ج۱،ص۲۵۵،۲۵۲، اثبات الھداۃ ج۳، ص۳٦۔ ۳٦۵ اور ص ۴۰۸ ۔ ۴۰۹، بحارالانوار ج۵۱،ص٦۔۱۰،حلیۃ الابرار ج٦،ص۵۱۵۔

علامات ظہور

علامات ظہور کا موضوع ایک دلچسپ موضوع ہے ۔اکثر لوگ اس کو ایک پیشن گوئی کی نظر سے دیکھتے ہیں ،اگر کوئی بات ان کو پوری ہوتی ہوئی نظرآتی ہے تو اس پر خوش ہوکر رہ جاتے ہیں ۔جبکہ یہ علامات نہ پیشن گوئی ہے نہ کوئی علم نجوم اور نہ ہی کوئی ھاتھ کی لکیروں سے نکلاھوا نتیجہ ہے ،بلکہ ایک واقعیت ہے کہ جو واقع ہورھی ہے یارونما ہوگی، یہی وہ مقام ہے کہ جہاں انسان کو متوجہ ہوجانا چاہئے اور ہر مومن کو اپنی کمر کس لینی چاہئے ۔

البتہ کچھ علامات قطعی نہیں ہیں بلکہ کسی دوسرے واقع یا شئے پر مشروط ہیں جبکہ بعض علامات قطعی ہیں اور ان کے پورا ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا ۔

اوران کے بارے میں متعدد روایات موجود ہیں جس طرح کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

"من المحتوم الذی لابد منه ان یکون قبل القائم :خروج السفیانی وخسف بالبیداء وقتل النفس الذکیه والمنادی من السماء وخروج الیمانی۔" (132)

ترجمہ:وہ نشانیاں جوکہ بغیر کسی شک و شبہ اور حضرت (عج) کے ظہور سے پہلے حتماً رونما ہونگیں :(۱)خروج السفیانی (۲) سورج کو گھن لگنا(۳) نفس ذکیہ کاقتل (۴) آسمان سے نداکا آ نا (۵) شخص یمانی کاخروج کرنااور اس کے علاوہ۔ایک اور مقام پر معصوم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں :

"النداء من المحتوم والسفیانی من المحتوم وقتل النفس الذکیه من المحتوم وکفّ یطلع من السماء من المحتو م ۔" (133)

ترجمہ: آسمانی ندا آنا حتمی ہے ۔سفیانی کاخروج بھی حتمی ہے ۔نفس ذکیہ کا قتل بھی حتمی ہے ۔اور ھاتھ کی ہتھیلی جو کہ آسمان پر ظاہر ہوگی وہ بھی حتمی ہے ۔

پھر دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں :

"خمس قبل قیام القائم من العلامات الصحیحة والیمانی و الخسف بالبیداء و خروج السفیانی و قتل النفس الذکیه ۔" (134)

ترجمہ:پانچ نشانیاں حضرت(عج)کے ظہور سے قبل حتمی ھیں۔خروج یمانی ،سورج گھن ،خروج سفیانی اورقتل نفس ذکیہ ۔

ایک طویل روایت میں حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہما السلام بیان فرماتے ہیں :

"يخرج اذا خفّت الحقائق ولحق اللاحق وثقلت الظهور وتتابعت الامور ،واختلفت العرب واشتدّالطلب،وذهب العفاف واستحوذالشيطان و حكمت النسوان وفدحت الحوادث ونفثت النوافث وهجم الواثب و عبس العبوس و اجلب الناسوس ويفتحون العراق ويحمعون الشقاق بدم يراق"(135)

ترجمہ:وہ اس وقت ظاہر ہونگے جب حقیقت کی کوئی وقعت نہ رہے گی۔ دنیااحمقوں کے پیچھے چلے گی ،کمریں وزنی ہوجائیں گی ،ایک کے بعد دوسرا حادثہ رونما ہوتارہے گا ،عربوں میں پھوٹ پڑجائے گی ،کسی مصلح کے ظہور کی تمنا بڑھ چکی ہوگی ،رشتہ داریاں ختم ہوچکی ہونگیں ،شیطان سب پر حاوی ہوچکا ہوگا ، عورتیں حکومت کیا کریں گی ، کمرتوڑ حادثات رونما ہونگے ،چیرنے والے چیرتے ہوئے اور آگے بڑھ جائیں گے ، تیز پرواز کرنے والے پرندے حملہ آور ہونگے ،دنیا کی لذتیں کھٹی ہو جائیں گی ، راز دان لوگ خیانت کرکے راز فاش کریں گے ، عراق کو دوسرے فتح کرلیں گے اورھر قسم کے اختلاف کا جواب خونریزی سے دیا جانے لگے گا ۔

"اذا خفت الحقائق"

-- جب حق کی کوئی وقعت نہ رہے گی ۔

ظاھر ہے جب زمانہ گمراھی اور ضلالت کی طرف بڑھ رھا ہوگا تو اس گمراھی کے سیلاب میں حق کی پہچان مٹ جائے گی اور اگر کوئی حق کہتا نظر بھی آیاتواس کو حق کھنے کے

جرم میں سزاوار ٹھرایا جائے گا ۔ اس طرح سے حق گو لوگ خود بخود گوشہ نشینی کاشکار ہوجائینگے ۔

اور یہی وہ علامات ہیں جو ہم آجکل اپنے چاروں طرف دیکھ رہے ہیں ۔مشرق سے مغرب تک ظلم کا بازار گرم ہے ۔ھر طاقتور اپنے سے کمزور پر حاوی ہوناچاہتا ہے ۔اس حصول قدرت اور طاقت کی کشمکش میں دنیا ظلم سے بھر تی جارہی ہے۔

"لحق الاحق"

پیروی کرنے والے احمقو ں کے پیچھے چل نکلیں گے :

آج اکثریت کا یہی حال ہے کہ دنیا اندھی تقلید کا شکار ہو رھی ہے ۔انسان جب کسی کی پیروی کرنے پر آتا ہے تواسے اندھا ہوجانا ہے کہ وہ حق و نا حق کی پہچان کھو بیٹھتا ہے اورنہ فقط یہ کہ حق کو نہیں پہچان پاتا بلکہ وہ اس ظلمت کے بھاو میں خود اپنے آپ

کو بھی کھو بیٹھتا ہے ۔ دنیا میں ہر طرف افراط اور تفریط کے شکار ہوئے لوگ نظر آرہے ہیں ۔ چاہے وہ مذھبی ہوں یا سیاسی اور یہ افراط یا تفریط ہونا پورے معاشرے کے نظام کو درہم برہم کئے ہوئے ہے۔

"وثقلت الظھور"

پشت وکمر بھاری ہوجائے گی :

اگر اس سے مراد انسانی کمر ہے تو مطلب بہت واضح ہو جائے گا ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں کے اوپر کام کا بوجھ اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ جو اس کی طاقت سے باہر ہوگا۔بظاھر تو انسانی زندگی ایک آرام دہ اور پر آسائش کی طرف جارہی ہے اور وہ اس کے پیچھے کتنی زحمتیں اٹھارھا ہے اس طرف بالکل توجہ نہیں کرتا ۔اگر اپنے اس زمانہ سے ذرا ماضی کی طرف چلے جائیں تو بہت سے کام جو کہ آج کی دنیا میں ہورہے ہیں وہ ناممکن تصور کئے جاتے تھے۔

ایک طرف تو انسان نے الیکٹرونکس کے میدان میں اتنی ترقی کہ ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے ۔لیکن دوسری طرف اپنے اس آسائش کے حصول کے خاطر اپنے دین اور ایمان سے بھی ھاتھ دھوبیٹھا ہے ۔یھی آسائش اور وقتی لذّتیں انسانی زندگی کا ھدف بن کر رہ گئی ہیں ۔ چاہے ان چیزوں کے حصول کے لئے کوئی بھی راستہ اپناناپڑے انسان اسے انجام دینے سے گریز نہیں کرتا ہے۔ یھی سبب ہے کہ انسان کو آسائشیں تو میسر ہوتی جارہی ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ سکون بھی ختم ہوتا جارہا ہے ۔ھر شخص پریشانی اور مایوسی میں مبتلاھے آمار کے لحاظ سے چالیس کے سن سال سے اوپر کے لوگوں میں ۸۰ فیصد لوگ کسی نہ کسی بیماری میں مبتلاء ہوجاتے ہیں ۔اور یہ حساب چالیس سال سے بھی کمسن لوگوں میں تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

اگر ان لوگوں سے ان کی زندگی کے بارے میں سوال کیا جائے ۔تو ان میں سے شاید ہی کوئی انسان اپنی زندگی سے مطمئن نظر آئے گا ۔ انسان نے اپنے آپ کو خود سے ہی ایک ختم نہ ہونے والی دوڑمیں شامل کرلیا ہے جس کی کوئی انتھا نظر نہیں آتی ہے۔

"تتابعت الامور"

ایک کے بعد دوسرا حادثہ ہوتا نظر آرھا ہے :

یہ بات اب آج کی دنیا میں بہت واضح ہے کہ ھرروز کسی نہ کسی جگہ پر کوئی بڑا حادثہ ہوتا نظر آتا ہے اور اس شدت کے ساتھ ہوتا ہے کہ انسان پچھلے واقع کو بھلا دیتا ہے ۔اب تو حال یہ ہوچکا ہے کہ ایسے حوادث پر لوگوں کا رد عمل ختم ہوتا جارہا ہے ۔ اب بڑے سے بڑے واقعہ کو وہ اپنے لئے ایک معمولی سی بات تصور کرتے ھیں۔اب تو دنیا کے بڑے شھروں کے بارے میں بڑی آسانی سے یہ بات کہہ دی جاسکتی ہے کہ وھاںایک دن میں ۱۵یا۲۰آدمی کا قتل ہونا ایک معمولی سی بات ہے ۔ اسی وجہ سے معصوم علیہ السلام سے یہ بھی منقول ہوا ہے کہ:

”توقَّعواآیات کنظم الخَرَز“

ایسے حادثات کے منتظر رہو کہ جو تسبیح کے دانہ کی طرح یکے بعد دیگرے رونما ہوں ۔[136]

اور یہی ہورھا ہے کہ بہت تیزی اور بغیر کسی وقفہ کے واقعات رونما ہو رہے ہیں ۔

”واختلف العرَب“

عربوںمیں اختلافات شروع ہو جائیں گے :

یہ بات بھی بہت پہلے سے ظاہر ہوچکی ہے ۔ اور ھرروز اس کی شدت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

”واشتدَّ الطَّلب“

کسی مصلح کے ظھور کی تمنا بڑھ چکی ہوگی :

اب یہ بات سرعام پر آرھی ہے کہ دنیا میں ھرطرف لوگ کسی ایسی شخصیت کے منتظر ہیں جوانھیں دلدل سے نکالے۔مومنین کی آنکھیں میں انتظاراور مایوسی نظرارھی ہے اور چشم براہ ہیں کہ وہ نجات دینے والا منجی عالم بشریت کب ظھور کرے؟اورطوفان ظلم وستم کب ختم ہواورمومنین کایہ امتحان کب اپنے انجام کوپھنچے ۔؟

نہ فقط مومنین ومسلمین بلکہ ملحد اوربے دین بھی اپنی طرف سے اسی کوشش میں مصروف نظر آنے لگے ھیںکہ ہم کس طرح اس جھان انسانیت کو عدالت اورحق جوئی کی جانب گھسیٹ کرلائیں اورظلم کے سیلاب پرقابوحاصل کریں۔

''ذَهَبَ الْعفافُ''

رشتہ داریاں ختم ہوجائینگے:

لوگ اپنے خونی رشتوں کو بھلا بیٹھینگے۔ ایک دوسرے کے تعلقات ان کی مصلحت اندیشی پر منحصر ہونے لینگے۔خونی رشتوں کی اہمیت ختم ہوجائے گی ۔ اس دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے لوگ فقط مصلحت اندیشی پر اتر آئیں گے جدھر سے فائدہ نظر آئے گاادھر ہی سے رشتہ بھی باقی رکھیں گے ۔

نوبت تو یھاں تک آگئی ہے کہ صلہ رحمی کو حماقت اور وقت ضایع کرنے کانام دیا جانے لگا ہے ۔ اگرکوئی شخص صلہ رحمی کی غرض سے کسی کے گھر جائے تو لوگ اس کو ایک بے کار آدمی سمجھنے لگتے ھیں۔ کیونکہ آج کے دورمیں مصروفیت ایک بہت بڑا فیشن بن گیا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ جوشخص جتنا زیادہ مصروف ہوتا ہے اتنا ہی اہم اوربڑا آدمی ہوگا۔

''واستحوذالشیطان ''

شیطان سب پرحاوی ہوجائے گا :

ھرشخص کسی نہ کسی طریقہ سے شیطان کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے۔

اگرچہ یہ حق ہے کہ ''العصمۃ لاہل ھا'' عصمت اورگناہوں سے پاکیزگی ان لئے ہے جو اس کی اہل یت (معصومین(ع)) رکھتے ہیں ۔ اس دنیا میں بہت سے ایسے لوگ بھی گذرے ہیں جومعصوم نھینتھے اس کے باوجود کمال کے اعلٰی درجات پر فائز تھے ۔ اورھرزمانہ میں ایسے لوگ موجود رہے ہیں ۔ جس طرح معصوم (ع)حجت ھیںاورھرزمانہ میں کسی نہ کسی معصوم (ع) کا ہونا لازمی ہے اسی طرح سے ایسے افراد بھی ھرزمانے میں رہے ہیں اورقیامت تک باقی رھینگے اگرچہ ایسے لوگ انگشت شمار ہی کیوں نہ ہوں ۔ صدر اسلام کے دور سے لیکر آج تک ایسے لوگوں کی فھرست بنائی جائے تو کئی کتابنان کے اوپر لکھی جاسکتی ہیں ۔حتی آج بھی قم مقدس میں کچھ شخصیات ایسی ھینجن کے بارے میں یہ تصور بھی محال نظر آتا ہے کہ انھوں نے کبھی جھوٹ بھی بولاھوگا یاوہ کبھی بول سکتے ہیں ۔غیبت تھمت تو بہت دور کی بات ہے ۔'' استغفر اللہ من کل الذنوب ''نہ فقط قم میں ایسی شخصیات ھینبلکہ دنیا میں کہیں بھی ایسے لوگ مل سکتے ہیں ۔

نقل کرتے ھیںکہ ایک شخص نے خواب میں شیطان کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے زنجیر بنا رہا ہے یہ زنجیریں بہت مختلف سائز کی ھیں اور کوئی تو بہت بڑی اور موٹی تو کوئی دھاگے کی طرح باریک ۔خواب دیکھنے والے شخص نے شیطان سے سوال کرنا شروع کیا یہ سب سے موٹی زنجیر کس کے لئے بنارھا ہے تو شیطان نے اس زمانہ کے کسی جید عالم دین کانام لیا کہ ان کو اس زنجیر سے باندھنے کی کوشش کروں گا۔

اس سے پتلی زنجیر کے بارے میں سوال کیا تو شیطان نے کسی عارف کانام بتایا، یہ شخص سوال کرتا رھا اور شیطان جواب دیتا رھا ہے یہ زنجیر فلاں فلاں شخص کے لئے ہے۔ آخر میں اس شخص نے شیطان سے سوال کیا کہ : میرے لئے کونسی زنجیر ہے ۔ ؟تو شیطان نے مسکراکرجواب دیا تمھارے لئے کسی زنجیر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تم بغیر زنجیر کے میرے قبضہ میں ھو۔

اب یہی حال اکثریت کا ہے اس زمانہ میں شیطان کا کام بہت آسان ہوکررہ گیا ہے ۔ بہت ہی کم لوگوں کیلئے اسے زنجیر بنانے کی ضرورت پڑے گی ۔ ھر شخص کسی نہ کسی روحی بیماری میں مبتلاء نظر آرھا ہے لوگوں کودین اور حق کے راستہ پرلانا فساد اور گمراھی کے راستہ پرلانے سے کھیںزیادہ مشکل ہوچکاھے ۔ کوئی شخص دین اور آخرت کی بات سننے کو تیار نھیںہوتا ۔ حتی اگر کوئی کسی محفل میں خدا اور رسول(ص) کا ذکر کربیٹھے تو اسے مسخرہ آمیز القاب سے نواز کرنہ فقط اس کی بات ختم کردی جاتی ہے بلکہ اس شخص کی اپنی اہمیت اورشخصیت کوبھی سخت گزند پھنچتی ہے ۔

''حکمت النسوان ''

عورتیں حکومت کرینگی :

یقینا اس حکومت سے صرف ملکی سطح کی حکومت مراد نھیںبلکہ زندگی کے ھرشعبہ میں عورتیںحکومت کرتی نظر آئینگی ۔اگر کسی ملک کی حکومت کی بات کی جارہی ہو تو یہ بات کافی عرصہ پہلے سے رونما ہوچکی ہے ۔اب تو یہ بات عادی ہوچکی ہے ۔حق تو یہ ہے کہ لوگوں میں غیرت ختم ہوچکی ہے ۔آزادی کے نام پر عورتوں کی لگامیں ٹوٹ چکیں ہیں ۔

البتہ اس سے مراد یہ نھیںھے کہ عورتیںخدا کی کوئی پست مخلوق ہے العیاذ باللہ بلکہ اسلام میں جتنا احترام عورتوں کو دیا ہے کسی اور مذھب یا دین نے نہیں دیا ہے ۔یہ جاہلیت کی بات ہے کہ عورتیں گھر میں بندھو کررہ جائیں ۔یہ اسلام طالبان تو ہوسکتا ہے کہ جو

خود اسلامی تعلیمات سے بے بھرہ ھیںلیکن دین حق اور مذھب حقہ سے اس کا کوئی واسطہ نھیںھے ۔اسلام نے ھر شخص اور مخلوق کو اس کا مقام عطا کرنے کے ساتھ اس کے کاموں کا دائرہ کار بھی معین کیا ہے ۔

عورت اگر ماں کے روپ میں ہوتو اس کے قدموں کےنیچے جنت قرار دی ہے ۔اگر بیوی ہو تو قابل احترام ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی تمام ضروریات زندگی کواس کے شوھر پر لازم قرار دیا ہے ۔ اگر بھن کی صورت میں ہوتو بھائی کو اس کا وقار قرار دیا ہے اگر بیٹی کے روپ میں ھوتو باپ پر اس کے لئے شفقت اور محبت لازم کی ہے ۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت اور مرد کے حقوق برابر ہونے کا نعرہ بلند کرکے مغالطہ میں مبتلا کرنے کے بعد اس کی شرم وحیا کو اس سے لے لیا جائے ۔آیا مرد اور عورت کے برابر ہونے کا لازمہ یہ ہے عورت بے حیا ہوجائے ۔؟آیا مرد اور عورت کے برابر ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ عورت کی ہر بات حق ہوجائے ۔؟آیا مرد اور عورت کے برابر ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ عورت کو گھر سے بغیر کسی وجہ کے باھر نکال دیا جائے ۔آیا مرد اور عورت کے برابر ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ عورتیںحکم خدا سے تجاوز کرجائیں ۔؟

آیا مرد اور عورت کے برابر ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ عورتیںسیرت حضرت فاطمہ (ع) اور زینب کبری (ع) کو بھلا بیٹھیں۔؟آیا مرد اور عورت کے برابر ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ عورتیں اپنے سروں سے چادریںاتار دیں۔

نھیں!ہرگزایسانھیں ہے ۔ اسلام نے کسی کے حقوق معین کرتے وقت ہرگز کسی دوسرے کی حق تلفی نھیںکی ہے ۔ ھر شخص کو اس کی صلاحیت کے مطابق حقوق عطا کئے ہیں اور یھی وجہ ہے کہ آج مغرب میں برابری کے نام سے بے لگام آزادی کا نعرہ ہے وھاں ایک شریف اور باعزت عورت کی کوئی وقعت باقی نہیں رھی ہے اگر بات یھیں تک ہوتی تو صبر آجاتا مگر اب وہی آزادعورتیںیہ کھنے پر مجبور ہوگئی ہے کہ ہماری حفاظت کی جائے ، اور اب وہ اس مقام پر پہنچ چکی ہیںکہ وہ لوگ اپنی حفاظت کرنے سے ناچار ہوچکی ہیں، اب اس غلط راہ پرنکلنے کا نتیجہ نظر آنے لگا ہے یہ توایک جانب سے عورتوں کا کردار تھا ۔

دوسرا کردار عورتوں کا وہ ہے کہ جووہ خاندانی سیاستوں میں ادا کرتی ہیں۔ ایک خونی رشتہ کو دوسرے خونی رشتہ سے الگ کرانے سے بڑے بڑے جھگڑوں کے پیچھے انھیںکا کردار ہوتا ہے ۔ افسوس ہے ایسے مردوں کی عقل پر کہ جو اس طرح سے عورتوں کی تقلید کرتے ہیں ۔گھروں اور خاندانوں کے بڑے بڑے فیصلوں میں عورتوں کی سیاست چلاکرتی ہے ۔ اوریہ مرد اپنی عقلوں پہ تالہ باندھ کر کونے میں رکھ دیتے ھیں۔یھاں تک کہ کسی گھر میں دین داری اور بے دینی کا دارو مدار عورتوں کے اختیار میں ہے اگر باپ چاہے جتنا

بھی متقی یا پرھیز گار کیوں نہ ہو اگر اس کی بیوی مذھبی نھیںھے تو ساری اولاد پر وہ اپناھی رنگ چڑھا دیتی ہے ۔اگرچہ عورتوں کاکردار بے اثر نھیںہوتا لیکن اس حدتک کہ مرد کو اپنے گھٹنے ٹیکنے پڑجائیں۔

اس کے برعکس اس بات کی جانب بھی اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ حق تلفیاں جو ہمارے ملک پاکستان میں مختلف مقامات پر عورتوں کے ساتھ ہوتی ہیں ۔مجھے یہ دیکھ کر بہت تعجب ہو ا کہ اس دور میں کہ جب دنیا اکیسویں صدی میں داخل ہوچکی ہے ، ایسے بھی لوگ رہتے ھیںکہ جو عورتوں کو ایک جانور کی حیثیت سے رکھتے ہیں ۔ شادی کا تصور ان کے نزدیک یہ ہے کہ ایک عورت بچہ دینے کے ساتھ ساتھ گھر میں کام بھی کرے گی ۔حتی بعض علاقوں میں ہم سے یہ سوال کیا کہ آیا عورت رنگین کپڑے بھی پھن سکتی ہے؟ تو بڑا تعجب ہوا۔معلوم کرنے اور دیکھنے پر پتہ چلا کہ وھاں عورتوں کو سفید کپڑے پھنائے جاتے ھیں۔ اور گاڑی کے پرانے ٹائر سے بنے ہوئے جوتے پھنائے جاتے ہیں ،آج بھی مسلمانوں میں ایک طرح سے خرید وفروخت ہورھی ہے کہ جوکوئی بھی ہو جس عمر کابھی ہو اگر زیادہ پیسے لائے گا تو اس کو لڑکی دیدی جائے گی حتی خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ستر سالہ شخص کی شادی ایک ۱۰/سالہ لڑکی سے کردی گئی ۔ اور یہ بات ان کے نزدیک بہت عام ہے گاؤں دیھاتوں میں عام دیکھنے کو مل جاتا ہے کہ اگر بیوی سے کوئی روٹی جل جائے کہ جسے اس نے گھنٹوں محنت کرکے لکڑے کے چولھے پر پکایا ہواہوتا ہے تو اس کی پٹائی ہوجاتی ہے ۔

ایسی باتوں پر مرد بڑا فخر کرتے ھیںکہ میں اپنی گھر والی کو مارکرآیا ہوں بات یھاں پر ختم نھیںھوتی بعض علاقوں میں تو اپنے جرم کو چھپانے کے لئے کارا کاری کا چکر بناکر عورتوں کو قتل کرنے سے بھی گریز نھیںکیا جاتا ۔ ابھی بھی پاکستان میں ایسے مقامات ہیں کہ جہاں شاید ہی کوئی خاندان یا گھر ایسا ہوکہ جو کارا کاری کا شکار نہ ہو چکاھو اس طرح عورتوں کو علم کے حصول سے محروم رکھ کر اپنے باغیرت ہونے کا ثبوت دیا جاتا ہے ۔

واضح ہے کہ اسلام کا ان تمام چیزوں سے کوئی واسطہ نھیںھے یہ ساری چیزیں اسلامی تعلیمات سے دور ہونے کے سبب پیدا ہوتی ھیںاسی جاہل یت کی وجہ سے ہم افراط اور تفریط کا شکار ہوچکے ہیں ۔

"وفدحتِ الحوادث"

کمر شکن حادثات رونما ہونگے :

ظاہر ہے کہ جب پوری دنیا میں لوگ افراد وتفریط کا شکار ہوجائیں گے حتی یہ کہ حکومتوں میں حصول قدرت اورطاقت کی دوڑ اپنے عروج پر ہوگی تو اس کے نتیجہ میں ایسے واقعات پیش آئیں گے کہ جو جبران ناپزیر ہوں۔ یھاں تک کہ کوئی بھی قوم یا حکومت ایسی باقی نھیںرہے گی کہ جن کے بارے میں یہ کہا جاسکے گا کہ یہ امن اور سکون کی زندگی بسر کررہے ھیں۔

"نفثت النوافث و هَجَمَ الواثب"

چیر کر آگے بڑھنے والے آگے بڑھ جائیں گے اور تیزپرواز کرنے والے حملہ آور ہونگے :

نہ فقط موجودہ زمانے کے لوگ بلکہ گذشتہ صدی کے لوگ اس چیز کا خوب مشاھدہ کرچکے ہیں کہ یہ جنگی طیارے ھرروز بروز ایک سے بڑھ کر ایک جدّت کے ساتھ دنیا میں ایجاد ہورہے ہیں کہ جن کے ذریعہ حکومتیں اپنے مقاصد کے حصول کے لئے روی زمین پر رہنے والوں کو آگ اور خون میں غلطان کرتی رہتی ھیں۔ اب تو اس دنیا سے بڑھ کر سیاروں کی جنگ کی باتیں ہو رھی ھیںاگرچہ کہ ابھی تک یہ ایک مفروضہ کی حد تک ہی محدود ہے ۔

"وعبس العبوس "

دنیا کی لزتیں کھٹی ہوجائیں گی :

تما م گذشتہ باتوں کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جب دنیا میں ھرطرف آشوب اور ھنگامہ آرائی بڑھ جائے گی تو کوئی بھی شخص سکو ن کی زندگی بسر نہیں کرسکے گا۔جب سکون ہی باقی نہیں رہے گا تو پھر زندگی میں مزا کہاں سے آئے گا ۔یھی وجہ ہے کہ دنیا میں جس طرف توجہ کرکے دیکھیں لوگ ایک سے بڑھ کر ایک اشتعال انگیز قدم اٹھا رہے ہیں خود کشی کرنے والوں کا تناسب پوری دنیا میں دن بدن بڑھتا جارہا ہے ۔ یہ سب نتائج اسی لئے نکل رہے ھیںکیوں کہ دنیا میں ان لوگوں کے لئے کوئی کشش باقی نہیں رہ گئی ہے اور وہ اپنی زندگی سے مایوس ہوکر یا تو خود کشی کربیٹھتے ھیںیا پھر انتقامی جذبہ کے پیش نظر اشتعال انگیز اقدامات کرنے سے گریز نھیںکرتے ۔

ایک اور روایت کے ذیل میں مولیٰ متقیان حضرت علی بن ابی طالب علیھما السلام فرماتے ہیں:

"وانجر العیص واراع القنیص و اکثر القمیصُ "

جس وقت جنگلات خشک ہو کر ختم ہوجائیں گے شکار کرنے والے سب کو وحشت زدہ کرتے رہتے ہوں گے اور نفرتیں اورہجرتیں زیادہ ہوجائیں گی۔[137]

"انجر العیص"

جس وقت جنگلات خشک ہو کر ختم ہوجائیں گے:

پوری دنیا میں ھرطرف اس بات کا رونا ہے کہ جنگلات ختم ہورہے ہیں ۔ اس کی کیا وجوھات ہوسکتی ہیں ایک تو حکومتیں یاپھر کچھ لوگ اپنے مقاصد کے لئے جنگلات ختم کرتے ہیں یاپھر بارشیں کم یا بعض مقامات پر نہ ہونے کے سبب جنگلات ختم ہوتے جارہے ہیں یا پھر بعض موقع پر اشتعال انگیز کاروایوں کے نتیجہ میں بھی یہ خداداد نعمت روبہ زوال ہوتی جارہی ہے ۔

آج پوری دنیا میں سیمینار منعقد کئے جارہے ھیںکہ کسی طرح سے ان قدرتی وسائل کو ضائع ہونے سے روکا جائے ۔ قحط سالی روز بروز شدت اختیا کرتی جارہی ہے حکومتوں کے درمیان پانی کے مسئلہ پر اختلافات بڑھتے جارہے ہیں اور عنقریب عین ممکن ہے کہ حصول آب کے لئے حکومتوں کے درمیان جنگیں چھڑ جائیں ۔

" واراع القنیص "

شکار کرنے والے سب کو وحشت زدہ کریں گے:

کسی زمانے میں جب شکار کرنے والوں کاذکر آتاتھاتو اس سے یہ تصور کیا جاتا تھا جانورں کے شکار کرنے والے ۔ لیکن اب بات اس سے آگے بڑھ چکی ہے ۔ اغوا برائے تاوان یا سیاسی مقاصد کے لئے انسانوں کا اغوا بہت عام سی بات ہوکررہ گئی کسی بھی ملک یا قوم میں اس قسم کی خبریں روزانہ کا معمول بن کررہ گئی ھیں۔ یاتو لوگ پیسہ کی خاطر سرمایہ دار لوگوں کو اغوا کرکے تاوان وصول کرتے ھیںیاپھر سیاسی مقاصد کے تحت بھی ایسے اقدامات کئے جاتے ھیںمشرق سے لے کر مغرب تک ایسے واقعات روزانہ کا معمول بن گئے ہیں ۔

"کثر القمیصُ "

اضطراب اورہجرت زیادہ ہوجائے گی:

ہجرت کرنے والے افراد بیشتر اس سبب کے تحت کرتے ہیں :کہ کچھ لوگ خشک سالی کی خاطر ہجرت کرتے ھیںجبکہ بعض لوگ امن وامان اور حفظ جان کے لئے بھی ہجرت کرتے ھیںجن ملکوں کے لوگ بیشتر ہجرت کرتے ھیںان کے اپنے وطن کے حالات معمول پر نھیںھوتے ۔ ان کاملک اقتصادی، اجتماعی ،معاشرتی یاپھر امن وامان کے مسائل کا شکار ہوتا ہے ۔

آج لوگ ایک ایک کرکے یا پھرگروہ کی صورت میں نہیں بلکہ پوری کی پوری قوم ملکر ہجرت کرتی ہے حتی بعض ممالک میں تو حشریہ ہے کہ اس ملک کے مقیم حضرات کی تعداد وھاں سے ہجرت کرنے والوں سے کم ہوتی ہے ۔ دنیا میں برے پیمانے پر ہجرتیں ہورھی ہیں ،یہ مھاجرین عام طور سے اپنے ملک کے ھمسایہ ملکوں میں یا پھر اپنے مال ووسائل کے مد نظر مغربی دنیا کا رخ کرتے ہیں ۔اپنے ھمسایہ ملک افغانستان کی مثال آپ کے سامنے ہے اسی طرح عراق ،فلسطین اور بعض یورپی ممالک کی مثال آپ کے سامنے ہے ۔

اس طرح سے لوگ اقتصادی مسائل یا پھر نقص امن سے بچنے کے لئے بھی دنیا بھر میں ہجرت کرتے جارہے ہیں ۔ مھاجرین کی تعداد پوری دنیا میں اتنی زیادہ ہوچکی ہے کہ بعض ممالک نے اپنے وطن میں قانون بنادیا ہے کہ ہمارے ملک میں کوئی مھاجر نھیںآسکتا ۔ جن ممالک میں مھاجرت کی جاتی ہے وھاں پر ان مھاجرین کی وجہ سے اقتصادی مسائل پیدا ہونے کے ساتھ اس ملک کے مقیم اصل باشندوں کو نوکریوں کا مسئلہ ہوجاتا ہے اسی طرح ھمسایہ ممالک اس کے ضمن میں کئی ایک مسائل کا شکار ہوکررہ جاتے ھیںکہ جوایک طرح کاقوموں میں اضطراب اور نفرت کا سبب بھی بنتا ہے ۔

ایک اور مقام پر حضرت علی ابن ابی طالبں فرماتے ہیں:

‘‘اذا صاحَ الناقوس وَكَبَسَ الكابوس وتَكلَّمَ الجاموس فعند ذالک عجائبُواىُّ عجائب’’[138]

جس وقت ناقوس سے صدا بلند ہوگی کابوس کا منخوس سایہ ھرجگہ پر پھیل چکا ہوگا ،اور جاموس بولنے لگے گا اور اس زمانے میں حیرت انگیز واقعات رونماھونگے اورکیا عجیب وغریب واقعات پیش آئنگے ۔

ناقوس کا معنی ہوشیار کرنے والی آواز یا خطرے کی گھنٹی وغیرہ ہے۔ یھاں پر اس سے مراد حضرت جبرئیلں کی آواز ہے کہ جو پوری دنیا میں سنی جائے گی۔

کابوسخوفزدہ اور وحشت آور خواب کو کہتے ھیںکہ جو پوری دنیا پر حاکم ہوگا ھرجانب سے لوگ خوف وھراس کا شکار ہونگے ۔

جاموسھر جامد چیز کو کہتے ھیں۔مراد یہ ہے کہ جامد چیزیں بولنے لگیں گی یہ بات جب اس زمانے میں کہ جب یہ گفتگو بیان کی جارہی تھی تو ایک بہت ہی عجیب اور

تقریبا محال بات نظر آتی تھی لیکن آج اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جیسے ریڈیو ،ٹی و ی ٹیلی فون، ٹیپ ریکاڈر،کمپیوٹر اور اسی طرح کی سیکڑوں اور چیزیں ۔

آج کی دنیا میں دن بہ دن عجیب و غریب واقعات رونما ہونے لگے ہیں ۔ ایک سے بڑھ کر ایک چیز ایجاد ہورھی ہے کہ جن کو دیکھ کر انسانی عقل مبہوت ہو کررہ جاتی ہے۔ ترقی کی رفتار اتنی تیز ہے کہ مھینوں کے حساب سے جدت آرھی ہے ۔

حضرت علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں:

"ولذلک علامات وکشفُ الهکل وخفْقُ آیاتٍ ثلاثٍ حولَ المسجد الاکبر تهتزُّ یُشبهن بالمهدی وقتلٌ سریعٌ وموت زریعٌ"(139)

اس کام (ظھور حضرت (ع))کے لئے کئی نشانیاں ھیں۔ ان میں سے ھیکل کا ملنا،تین پرچموں کا بلند ہونا کہ جو تینوں کے تینوں حضرت مھدی (ع) کے پرچم سےملتے جلتے ہونگے امان نہ دینے والے قتل اور اچانک موت و ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ھیکل سے مراد وہ عظیم الشان معبد گاہ ہے کہ جو حضرت سلیمان (ع) نے تعمیر کروائی تھی وہ معبد گاہ بیت المقدس میں تھی۔اس کے تین سو ساٹھ(۳۶۰) ستون تھے،وہ عظیم الشان عمارت مختلف قیمتی پتھروں سے بنی ہوئی تھی۔اس کی زمین پر شیشے کے مانند پتھر نصب تھے کہ جس کےنیچے سے پانی بھا کرتا تھا کہ جس کودیکھ کربلقیس نے اپنے پائنچے

اوپر اٹھا لئے تھے یہ سمجھ کر کہ یہ پانی ہے اور میرے پائنچے بھیگ جائیں گے ۔اس کے علاوہ اور بھی بے تحاشہ حیرت انگیزاشیاء اس محل میں موجود تھیں۔

ہمارے زمانے میں یھودیوں کی پوری کوشش یہ ہے کہ اس ھیکل کو زمین کے اندر سے نکالا جائے کہ جس کا کچھ حصہ مسجد اقصی اور دوسرا حصہ قیامت کے چرچ کےنیچے ہے۔اس وقت اس ھیکل کا تھوڑا بہت حصہ دریافت ہو چکا ہے لیکن ابھی تک اسرائیلی حکومت مکمل طور پر اس ھیکل تک نہیں پھونچ سکی ہے۔ اگرچہ اس کی پوری کوشش ہے کہ اس عمارت کو جلد سے جلد کھود کر دریافت کیا جائے۔ تین ملتے جلتے پرچموں سے مراد یہ ہے کہ تین گروہ جو کہ اپنے آپ کو حق پر کہتے ہونگے اسلام کے نام پر جھاد کرنے کو نکل کھڑے ہونگے جب کہ ان میں سے کوئی بھی حق پر نہیں ہوگا۔

آج کی دنیا میں ہر طرف حق کے نام پر قتل و غارت و جھاد کے نام سے جنگیں ہو رھی ھیں۔آیا یہ سارے گروہ واقعاً دین اسلام پر عمل پیرا ہیں یا نھیں؟یہ تو خود انکے اعمال اور گفتار سے باآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے،ھر حق کا دعویدار حقدار نہیں ہوتا ہے۔

آخری زمانے کے لوگوں کی خصوصیات:

اس سے پہلے کہ ہم آخری زمانے کے لوگوں کے بارے میں کچھ بیان کریں ایک نکتہ کی طرف توجہ بہت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ آج کی دنیا کے لوگ اپنے آپ کو بہت زیادہ متمدن(ماڈرن اور ترقی یافتہ) سمجھتے ھیں۔لیکن حقیقت میں وہ انسانیت کے دائرے سے کتنا دور جا چکے ھیں،اس بات کا اندازہ لگانے کے لئے ہمیں معصومین (ع) کے اقوال کے تحت شعاع آنا ہوگا۔جب کہیں جاکر ہم اپنی حقیقت کو سمجھ سکتے ھیں۔اس سے پہلے کہ خصوصیات بیان کی جائیں،ہم اپنی گفتگو کا آغاز رسول خدا(ص) کے اس بیان سے کرتے ہیں کہ جہاں پر انھوں نے زمانہ کے بارے میں کچھ یوں بیان کیا ہے:

"لا یاتی علیکم زمان الّا الّذی بعده شرّ منه!"(140)

"کوئی زمانہ نہیں آئے گا مگر یہ کہ اس کے بعد والا زمانہ اس سے برا ہوگا"۔

یہ ایک واضح بات ہے کہ جوپوری دنیا میں قابل مشاھدہ ہے ۔اگر تاریخ کا سھارا لیا جائے تو پھر اور بھی وضاحت کے ساتھ یہ بات روشن ہو جائے گی اگراپنی زندگی کو بھی نظر میں رکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ زمانہ کہ جو ہمارے بچپن کا تھا جوانی سے بہتر اور جوانی کا زمانہ بڑھاپے سے بہتر ہے ۔ آج جس زمانے میں ہم زندگی بسر کررہے ہیں کل ہماری اولاد کو اس سے برا اور زیادہ سخت زمانے کا سامنا کرنا پڑے گا ۔

رسول اکرم(ص) کا ارشاد ہے :

یاتی علی النّاس زمانٌ همّهم بطونهم وشرَفهم متاعُهُم وقبلتهم نساوهم ودینهم دَراهمهم ودنانیرهم اولٰئک شرُّ الخلق لاخلاق لَهُم عندالله ۔(141)

"لوگوں کے لئے ایک زمانہ ایساآئے گا کہ جب ان کا ہم وغم ان کا پیٹ ہوگا۔ ان کی شرافت کا اندازہ ان کے رھن سھن اور دنیا داری سے ہوگا ۔ ان کا قبلہ ان کی بیویاں ہونگیں۔ان کا دین ان کامال ودولت ہوگا ۔وہ لوگ بدترین لوگ ہونگے اور خداوند متعال کے نزدیک ان کے لئے کوئی مقام نہیں ہوگا۔"

یہ ایسی صفات ہیں کہ جو روز روشن کی طرح عیاں ھیں۔ ھر شخص دنیا داری اور پیٹ بھرنے کے لئے دوڑرہاہے ہر شخص اپنے معیار زندگی کو اوپر سے اوپر لے جانے کی کوشش میں لگا ہواہے ۔ لوگوں کا ملنا جلنا ان کی بیویوں کے ملنے جلنے پر منحصر ہوگیا ہے ۔ اگر بیوی کے تعلقات کسی نزدیکی رشتہ دار سے خراب ہوجائیں تو ان کے شوھر اپنے قریبی رشتہ داروں سے بھی قطعہ تعلق کرکے بیٹھ جاتے ہیں جس طرف ان کا قبلہ (ان کی بیگمات) گھو میں گی اسی طرح سے وہ خود بھی گھومتے چلے جاتے ہیں ۔ اُن کا دین ان کی دولت ہے ۔ اگر دولت کے حصول کے لئے دین کو بھی روندنا پڑجائے تو وہ اس کام کو بھی آسانی سے کرگزرتے ھیں۔ یہی ہے آج کی دنیا اور دنیا والوں کا رواج!۔

"وعندها یظهرالربا ویتعاملون بالرُّشیٰ ویوضع الدین وترفعُ الدنیا"[142]

"اور سود عام ہوچکا ہوگا اور معاملات زندگی رشوت سے طے ہونگے دین کم اہمیت اور دنیا باارزش ہوچکی ہوگی ۔"

اسی رشوت کے بارے میں اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے :

لیاتینَّ علی النّاس زمانٌ لایبقی احدٌ الّاٰ اکل الرِّبافانْ لم یاْکُلْهُ اصابَهُ غُبارُهُ[143]

" لوگوں کے لئے ایک زمانہ ایسا آئے گاکہ جس زمانے میں کوئی بھی ایسا شخص نھیں ملے گا کہ جو سود نہ کہا چکاھو ۔ اگر مستقیما بھی سود نہ کہایا ہو لیکن اس کی گرد وغبار ضرور چکھی ہوگی ۔"

یعنی سود اتنا عام ہوچکا ہوگا کہ ہر شخص اس برائی سے آلودہ ہو چکا ہوگا ۔ اور آج بھی یہی حال ہے کہ پوری دنیا کے اقتصاد کا دار ومدار سود پر ہے حتی اسلامی ممالک جو کہ اس بات کا ادعا کرتے ھیںکہ اسلام کے قوانین پر عمل پیرا ھیںلیکن ان ممالک کے بینک کے چلنے کا دارومدار بھی اسی سود آور معاملوں پر ہے اگر آج یہ سود دینا یا لینا بند کردیں تو ان کی بینک کاری کانظام بیٹھ جائے گا ۔

اسی طرح سے رشوت بھی پوری دنیا میں اپنی جڑیںپھیلا چکی ہے اس زمانے میں رشوت کے متعدد نام ھیںمٹھائی ،چائے اورپانی کاخرچہ، تحفہ ،ھدیہ وغیرہ ،مختلف عناوین سے رشوت لی اور دی جارہی ہے ۔انسان کو اپنا حق حاصل کرنے کے لئے بھی اسی کاسھارا لینا پڑتا ہے ورنہ وہ اپنے حق سے دستبردار ہوجائے ۔اور ظاہر ہے جہاں سودورشوت عام ہوچکی ہو اورلوگوں کے پیٹ میں یہ حرام لقمہ جارہا ہو تو وھاں خود بخود دین کی اہمیت ختم ہوجائے گی اور صرف دنیا ودنیاداری باقی رہ جائے گی ۔

اس حرام لقمہ کا انسانی زندگی، اسکی سوچ اور اس کے رھن سھن پر بہت اثر ہوتا ہے ۔ اگر کوئی باپ یہ تصور کرے کہ میں حرام لقمہ کہلاکر اپنے پیچھے کوئی صالح فرزند چھوڑ کرجاؤنتو وہ خام خیالی کا شکار ہے ۔ کبھی بھی حرام کے لقمہ سے پلنے پھولنے والے لوگ نیکی اور اچھائی کاراستہ نھیںاختیار کرسکتے مگر یہ کہ اپنے جسم سے اس حرام لقمہ کے اثر کوزائل کردیں ۔

معصوم (ع) فرماتے ھیںکہ :

"یکون اسعد الناس بالدنیا لکعٍ ابن لکعٍ لایُومنُ باالله ورسولهِ"[144]

"دنیا میں خوش بخت ترین لوگ وہ ہوں گے جو بالکل ذلیل ہواور جو خدا اور اس کے رسول(ص) پر ایمان نہ رکھتے ہوں۔"

حقیقت بھی یہی ہے کہ آج دنیا میں خوشحالی انھیںکے پاس زیادہ نظر آتی ہے کہ جو کسی چیز کے پابند نھیںھیںنہ خدا کومانتے ہیں اور نہ ہی کسی رسول(ص) پرایمان رکھتے ھیں۔ دنیاکی خوشحالی ان ہی بے دینوں کے پاس نظر آتی ہے اکثر دین دار لوگ اپنی مشکلات کے شکار رہتے ھیں۔

"یصبح الرّجل مومناویمسی کافراًویمسی مومناًویصبح کافراًیَبیعُ اَحَدُکم دینه بِعرضٍ من الدنیا قلیلٍ"[145]

"انسان ایمان کی حالت میں صبح کرے گا۔ اور کفر کی حالت میں شام کرے گا اور کفر کی حالت میں صبح کرے ۔ اپنے دین کو بہت معمولی سی چیز کے بدلے میں بیچ دے گا ۔"

اس بارے میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بین یدی الساعة فتنٌ کقطع اللیل المظلم یصبح الرّجل منکم مو مناً ویصبح الرّجل مومناًویمسی کافراًویمسی مومناًویصبح کافراًیَبیعُ اقوامٌ دینهم بِعرضِ الدنیا"

"ظھور سے پہلے رات کی تاریکی کی طرح فتنے پھیل چکے ہونگے انسان صبح کے وقت مومن اور دن کے آخری حصہ میں کافر اور رات کے پہلے حصہ میں مومن اور رات ہی کے آخری حصہ میں کافر ہوچکا ہوگا ۔ قومیں اپنے دین کو بہت معمولی سے مال دنیا کے بدلے میں بیچ دیا کریں گے ۔"

اس بارے میں متعدد معصومین (ع) سے روایتیں وارد ہوئی ھیں، اور آج بھی یہی صورت حال ہے کہ انسان اپنے دین کو ہتھیلی پر رکھے گھوم رھا ہے ، اس سیاست اور فتنہ کے دور میں چھوٹی چھوٹی چیزوں کو جو بہت جلد ختم ہونے والی ہیں اپنے دین کو بیچ دیتا

ہے، یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں دیندار افرادنایاب ہوتے جار ہے ہیں ،ایسے وقت کے لئے امام ج-وادنراہ ح-ل بھی پ-یش ک-رتے ھیں۔

"وقبل ذالک فتْنَةٌ شرٍيُمسى الرّجُلُ مٶمناً ويصبح كافراويصبح مومناًويمسى كافراًفمن ادرك ذالك الزمان فليتقِ الله وليكن من احلاس بيته "[146]

"روز موعود (ظھور) سے پہلے بہت بڑا فتنہ ہوگا کہ انسان ایمان کی حالت میں شام کرے گا اور کفر کی حالت میں ص-بح اور ایم-ان کی حالت میں صبح اور کفر کی حالت میں

میں شام کرے گا ،اورجوکوئی بھی اس زمانہ کودرک کرے تو وہ اپنے گھر کے بچھونوں میں سے ایک بچھونابن جائے۔ "

یعنی اس زمانہ میں انسان اپنے گھر سے باھر نکلنے سے پرھیز کرے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ کوشش یہی رہے کہ اپنے گھر میں وق-ت گزارے کیونکہ یہی ایک واحد راستہ ہے کہ جس کے ذریعے انسان اپنے آپ کو دنیا کی آلودگی سے بچا سکتا ہے ۔ جتنا انس-ان دنی-ا کے لوگوں میں گھلے ملے گااتنا ہی اس کے گناہ میں پڑنے کااحتمال زیادہ ہوگا۔

حضرت امام صادق(ع) بھی یہی فرماتے ہیں:

"اذاكان ذالك فكونوا احلاس بيوتكم حتى يظهر الطاهر المطهّرِ"[147]

"جب وہ وقت آئے تو اپنے گھر کے بچھونوں میں سے بچھونا بن جائے یھاں تک کہ طاھر ومطھر امام غائب (عج) ظھور کرجائے ۔

امام صادق(ع) ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"كُفُّوا الْسِنَتُكُمْ والْزَمُوْا بُيُوتَكُمْ فَانّه لا يصيبكم امرٌ تُخَصِّوْنَ بِه ابداً"[148]

"اپنی زبانوں کو قابو میں رکھو اور اپنے گھروں سے باھر نہ نکلو بے شک تمھارے لئے کوئی ایسا حادثہ پیش نھیںآئے گا کہ جو تم سے مخصوص ہو ۔"

زبان کو قابو میں رکھنا بھی ایک بہت مسئلہ ہے اسی زبان کی وجہ سے بعض اوقات بہت بڑے فتنہ رونما ہوجاتے ھیں۔ کبھی انس-ان بے خیالی میں بھی کوئی ایسی بات کرجاتا ہے کہ جس کانتیجہ بہت بھانک ثابت ہوتا ہے یہ زبان انسان کودنیا و آخرت دونوں میں نقص-ان پھنچانے میں ایک موثر کردار ادا کرتی ہے ۔ یعنی نہ فقط دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی اس زبان کے بے جاہل انے کا حساب کتاب ہوگا ۔یھی وجہ ہے کہ اپنی زبان کوقابو میں رکھنے کے لئے متعدد رویات میں تاکید کی گئی ہے ۔

"یتجاھرُ النَّاس بالمنکرات ...فَیُنْفِقُ المالُ للغناٰءِ"[149]

"لوگ منکرات کو علناً انجام دینگے اورکثرت سے اپنے مال ودولت کو گانے نچانے پر خرچ کرینگے ۔"

آج کے دور میں بھی یہی ہے کہ لوگ بڑے فخر سے اپنے اور اپنی اولاد کے گناہ کبیرہ کو لوگو ں کے سامنے پیش کرتے ھیں۔ ناچ گانے کی بڑی بڑی محفلیں ہوتی ہیں، کہ جس پر بے تحاشہ مال دولت صرف کیا جاتا ہے مثال کے طور پر صرف شادی بیاہ کی تقاریب ہی کو دیکھ لیں اگر کسی شادی میں ناچ گانا نہ ہوتو اسے بہت بے رونق اور فضول تقریب سمجھا جاتا ہے اس کے برعکس اگر اس تقریب میں ناچنے والے اوروالیاں بلائی جائیںرات پھر مھندی کی رسم کے نام پر رقص ہو بڑے بڑے میوزیکل گروپ کو دعوت دی جائے ،ایسی محافل کو بہت بارونق اور یادگار شادیوں میں شمار کیا جاتا ہے ،حتی آج کل بعض لوگ علماء کے اعتراض سے بچنے کے لئے نکاح وغیرہ کی رسم کو گھر پر مختصرلوگوں کی

موجودگی میں انجام دے دیتے ہیںتاکہ مھمانوں کے سامنے کسی شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے ۔

حضرت امیرالمومنین نفرماتے ہیں:

"یُصبح الآمر بالمعروف ذلیلاً والفاسق فیمالاًیحبُّ اللہ محموداً"[150]

"امر بالمعروف (لوگوں کو واجبات کی تلقین) کرنے والا ذلیل اور گناہ کرنے والا لوگوں کے نزدیک مورد احترام ہوگا ۔

"لیاتینَّ علی الناس زمانٌ یطرَّفُ فیه الفاجر و یُقَرَّبُ فیه الماجن ویُضعف فیه المنصف"[151]

"لوگوں کے لئے ایک زمانہ آئے گا کہ جب فاجر اور فاسق کا احترام ہوگا اور مداری (ناچنے گانے والے) لوگوں کے نزدیک محبوب ہونگے اور انصاف کرنے والا ضعیف ہو کررہ جائے گا ۔"

آج کی دنیا کی یہی حقیقت ہے ۔ اور کوئی شخص دیندار ی کی بات کرے تو لوگ اسے ذھنی مریض اور نجانے کن کن القاب سے پکارنے لگتے ھیںاس کے برعکس اگر کوئی شخص کسی محفل میں فسق و فجور کی بات کرے تو سب بڑی توجہ کے ساتھ سنتے ھیںاور ایسے ہی لوگوں کا احترام بھی کرتے ھیں۔

اور بھی بہت سی علامتیں ہے کہ جواس زمانہ کے لوگوں میں پائی جائینگی ہم نے اختصار سے کام لیتے ہوئے فقط چند ایک پر انحصار کیا ہے ۔ خداوند ہمیں اور ہماری اولاد کو ان تما م صفات رزیلہ سے محفوظ فرمائے (الھی آمین)

آخری زمانے کے مرد

حضرت محمد (ص)فرماتے ہیں:

"ماترک بعدی فتنة اخر علی الرَّجال من النساء" [152]

"میرے بعد کے لوگوں کے لئے سب سے برا فتنہ وہ ہوگا کہ عورتوں کی جانب سے آئے گا ۔"

بعد والی حدیث میں اس طرح سے بیان ہوا کہ :

"ھلکت الرِّجال حین الطاعت النساء "[153]

"وہ لوگ ہلاک ہوجائیں گے کہ جوعورتوں کی اطاعت کرینگے ۔ "

یعنی عورتوں کے پیچھے چلنے والے لوگ اپنی دنیا اور آخرت کو برباد کربیٹھینگے ۔

ایک نکتہ کی وضاحت کرتے چلیں کہ یھاں پر مراد ھرعورت نھیںھے ۔کیونکہ متدین اور مومنات خواتین اس گفتگو سے خارج ھیں۔ ہماری گفتگو ان عورتوں کے بارے میں ھے کہ جونہ خود خدا اوررسول(ص) پہ ایمان رکھتی ہیں اور ساتھ میں اپنی اولاد اور شوھر کو بھی گمراھی کے کنوئیں میں ڈھکیلتی ہیں یہ وہ عورتیںھیں کہ جو اپنے شوھر وں کو غلط راستہ اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتاھے :

"لعن اللہ الرجل لبس لبسة المراة والمراة لبسة الرجل "[154]

"خداوند لعنت کرے ایسے مرد پر کہ جو عورتوں کا لباس پھنے اوران عورتوں پر کہ جو مردوں کا لباس پھنے ۔"

یہ بات بھی واضح ہے کہ جو آج کل کے جوان اور نوجوانوں میں فیشن کے نام پر ہورھا ہے ھردیکھنے والے کی آنکھوں کے سامنے ہے ۔ ایک اور اہم مسئلہ کہ جوآج کی دنیا میں ایک رائج اوربہت سے ممالک میں رسمی حیثیت بھی اختیار کرچکا ہے وہ ہم آمیزی کا مسئلہ کہ مردمرد سے اور عورت عورت سے شادیاں کررہے ھیں۔ اسی کے بارے میں متعدد روایات چودہ سو برس پہلے ہمارے معصومین علیہم السلام سے وارد ہوئی ہیں۔

مانند:

"اذا رکب الذکور والاناث الاناث "[155]

"جب مرد مردوں کے ساتھ اور عورتیں عورتوں کے ساتھ ہم بستری کریں"۔

"اذا اکتفی الرجال بالرجال والنساء باالنساء "[156]

"جب مردوں کے لئے مرد اورعورتوں کے لئے عورتیںکفایت کریں۔ "

اور بھی بہت سی روایات اس بارے میں وارد ہوئی ہیں لیکن ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں ۔!

"تکون معیشة الرَّجل من دبره ومعیشة المراة من فرجها"[157]

"مردوعورت ذریعہ معاش اپنی شرمگاھوں کو بنائینگے ۔"

یہ بات نہ فقط دنیا غرب میں بلکہ دنیا اسلام میں بھی عام ہوچکی ہے ۔ اورھر خاص و عام کے لئے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

اسی کے بارے میں مولائے متقیان علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ویری الرجل من زوجته القبیح فلا ینعاها ولایردُّ هاعنه ویا خُذُ ماتَاتیْ مِنْ کدِّ فرجها وَمِنْ مُفْسِدِ حِذرهاحتی لونُکِحَتْ طولاً وعرضاً لم ینهها ولایَسْمَع مَاوقع فَذاکَ هوالدَّیُّوْث"[158]

"مرداپنی عورت سے انحراف جنسی دیکھے گا لیکن اسے منع نہیں کرے گا ۔ اور جواس عورت نے جسم فروشی سے کماھویا سے لیکر کہائے گا۔ اور اگر یہ برائی اس عورت کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لے پھربھی منع نھیںکرے گااور جوکچھ انجام دیا جارہاہے۔اور اس کے بارے میں کوئی بات کرے تو سننے کو تیار نھیںھوگا اور یہی شخص دیوث (بے غیرت)ھے۔"

ھاں آج کے زمانے میں ایسی بھی بہت سی مثالیںمل جائیں گی حتی مسلمانوں کے درمیان بھی ایسے کئی واقعات آئے دن عدالتوں کی فائلوں میں اپنے وجود کی سیاھی سے قلم زن ہوتے رہتے ھیں۔

امام صادق(ع) اس طویل روایت میں فرماتے ہیں:

"ورایت الفِسْقَ قَدْ ظَهَرَواکتفی الرجال بالرجال والنساء باالنساء وَرَایْتَ الرِّجال یَتَسمَنُّونَ للرجال والنِّساءَ وَرَایْتَ الرِّجل معیشة من دبره ومعیشة المراة من فرجهاوَاعطَوالرجالَ الاموال علی فروجهم وتُنُوفِسَ فی الرَّجل وتغایرعلیه الرجال ... وَرَایْت الرجل یُعَیَّرُعلی اتیان النساء ... وَرَایْت العقوق قد ظَهَرَ واستُخِفَّ بالوالدین وکانا من اسوَاالناس حالاًعندالولدوَرَایْت اعلامَ الحَقِّ قد درسَتْ فَکن علی حَذَرٍ واطلُبْ الی الله النجاة واعلم انّ الناس فی سُخْط اللهِ عَزَّوجلَّ وانَّما یُمْهِلُهُمْ لامرِیُرَادُ بِهِم فَکُنْ مُترَقِّباًواجتهد انْ یراک اللهُ عزَّوَجَلَّ فی خلافِ ماهم علیه "[159]

"اوردیکھوگے کہ گناہ عام ہوچکے ہوں ،مرد مردوں سے اور عورت کو عورتیںپسند کریںمرد مردوں کیلئے آرائش کریں اور عورت عورتوں کے لئے بناؤسنگھار کریں۔ مردوں اورعورتوں کا ذریعہ معاش ان کا اپنا وجود بن جائے ،مرد جنسی مسائل کیلئے

اپنا مال ودولت دل کھول کرخرچ کریں۔ مردوں کیلئے عورتوں کی طرح غیرت اور حسادت پیدا ہوگی (مردوں کے اوپر مرد جان جھڑکینگے) مردوں کا جنس مخالف سے ھمبستری پر مذاق اڑے گا ۔ عاق والدین عام ہوجائے گا ۔والدین اپنی اولاد کے سامنے ذلیل اور رسوا ہوجائیں گے اور ھرکوئی دوسرا شخص والدین سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوگا ۔ حق کی نشانیا ختم چکی ہونگیںاس زمانے میں خدا کے غضب سے ڈرو اورخداوند سے نجات طلب کرو ۔ جان جاؤکہ لوگ موردغضب الٰھی ہیںاورخداوند بعض چیزوں کی وجہ سے ان کومھلت دیتا ہے ۔ کوشش کروکہ خداوند تم کو ان کی حالت سے مختلف حالت میں دیکھے۔اورکتنے کم لوگ ھیںکہ جواپنے آپ کو ان برائیو ںسے بچانے کی کوشش کرتے ھیں۔"

آخرزمانے کی عورتیں

عورت کہ جو اسلام میں ایک بلند مرتبہ کی حامل ہے ۔اس کو ماں،بیٹی ،بھن اوربیوی جیسے مقدس رشتوں سے نوازا ہے اگر وہ اپنی قدر نہ کرے تو نہ فقط وہ بلکہ اپنے ساتھ اورچاروں طرف رہنے والو ں کو جھنم کی آگ میں ڈھکیل کرلے جاتی ہے ۔ وہ اپنا مقام بھلا بیٹھی ہے کہ جس کے پاؤں کےنیچے جنت قراردی گئی ہے۔ تعالیم اسلام اورقرآن سے دور ہونے کانتیجہ یہں نکلتا ہے کہ نہ فقط خودگمراہ ہوتی ہے بلکہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کرڈالتی ہے اور اس کے برعکس ایسی مومنہ خواتین کی مثالیں بھی بہت ھیںکہ جو اپنے گمراہ شوھر اور گھروالوں کو اپنے دین اور ایمان کی طاقت کے ذریعے راہ راست پہ لے آتی ہیں،یہ عورت ہے کہ جو معاشرے میں صحیح اور سالم فرزند مھیا کرتی ہے ، یہ عورت گھر کی چاردیواری میں رہ کر وہ عظیم ذمہ داری ادا کرتی ہے کہ جو مرد میدان جنگ میں ادا نہیں کرسکتے یہی ایک شریف اور باسعادت انسان کی تربیت کرتی ہے ۔

ھاں اگریھی گوھر اپنی قیمت بھول کر گمراہ ہوجائے توپورے معاشرے کو گندا کردیتی ہے کہ جس کی گندکی بدبو کئی نسلوں تک آتی رہتی ہے ۔

آخر زمانہ میں عورتوں کا فساد پھیلانے میں بہت بڑا کردار ہے ۔

حضرت رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) فرماتے ہیں :

"کیف بِکم اذا فسدت' نسائکم وفَسَقَ شَبابُکم ولم تامروا بالمعروف بل امرتم بالمنکر ونھیتم عن المعروف واذا را یْتُم المعروفَ مُنْکِراً والمنکرَ معروفاً فقیل لہ:ویکون ذالک یارسول(ص) اللہ؟فقال(ص) :نَعَمْ ،وشَرٌ مِنْ ذالک"(160)

"کیا ہوگا کہ تمھاری عورتیںفاسد ہوجائیں اور تمھارے جوان فسق وفجور کرنے لگیںاورتم بھی امر بالمعروف کی جگہ امر بالمنکر اور معروف سے نھی کروگے ۔ معروف کو منکر جانواور منکر کو معروف سمجھو۔لوگوں نے سوال کیا : آیا ایسا بھی کبھی ہوگا ؟ آپ(ص) نے جواب دیا: ہاں اور اس سے بھی زیادہ برا ہوگا۔"

"اذا شارکَت النِساءُ ازواجَھُنَّ فی التجارۃ حرصاً علی الدنیا"(161)

"جس وقت عورتیںدنیا کی حوس میں اپنے شوھروں کے ساتھ تجارتی معاملات میں شریک ہوجائیں۔"

آج کل توبات اس سے آگے بڑھ چکی ہے کہ اب تو خواتین مستقل طور پر سب سے علیحدہ ہوکراپنے لئے تجارت کرنے لگی ہےں اور یہ ایک عام سی بات بن چکی ہے ۔

"ویَتَشَبَّہُ الرجالُ النساء والنساء بالرجال"(162)

"مرد خود کو عورتوں کی صورت میں اور عورتیںاپنے آپ کو مرد وں کی شکل میں ظاھر کریں۔"

ایک اور مقام پرفرماتے ہیں:

"سیکون فی آخرِاُمَّتِیْ رجالٌیرکب نسائُھم علی سروج کاشباہ الرِّجال یَرْکبون علی المیاثر حتی یاتوا ابوابَ المساجدِنسائُھُمْ کاسیاتُ عاریاتٌ علی رُووسِھِنَّ کاسنِحَۃِ البُخْتِ العجافِ لایَجِدْنَ رِیْحَ الْجَنَّۃ فالعَنُوْھنَّ فانَّھُنَّ ملعوناتٌ"(163)

"آخر زمانے میںکتنے ایسے مرد ہونگے کہ جن کی عورتیں مردوں کی طرح زینوں پر (گھوڑے کی زین سے مراد آجکل کی مرسوم سواریاں ھیں)سوار ہونگی تشک کے اوپر بیٹھیں گی اور مسجد تک آئیں گی ان کی عورتیںلباس پھننے کے باوجود عریاں نظر آئیں گی ان کے سر اونٹ کے کوھان کی طرح ہونگے وہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکیں گی

ان پر لعنت بھیجو کیونکہ وہ سب ملعون ھیں۔"

بات بالکل واضح ہے کہ آج کل کی عورتیںجس طرح مردوں سے برابری کے نام پر سڑکوں پر نکل آتی ھیں۔ ھرقدم پہ مردوں کے ساتھ رہنے کیلئے اپنے آپ کو ایک متمدن (اپنی دانست میں) بنا کرپیش کرتی ہیں ایک طرف سے تو مردوں کی نقل میں انھیں کارنگ

اورڈھنگ اپنا لیتی ہیں، مثال کے طور پرایک ہی مورد لے لیجئے کہ بعض عورتوں نے اپنے بال اس طرح سے کٹوائی ھینکہ پیچھے سے دیکھنے والا شک میں پڑ جاتا ہے کہ کوئی عورت ہے یا مرد اوراسی طرح سے بعض مرد بھی اپنے بال اتنے لمبے رکھنے لگے ھینکہ کچھ لمحے کوعقل مبھوت ہوجاتی ہے کہ مرد ہے یاعورت اور ایسی بے تحاشہ مثالیںاس بارے میں موجود ھیں۔

روایت میں زین اور تشک سے مراد آج کی مرسوم سوریاں ھینکہ جو موٹر سائیکل اور کار وغیرہ کی صورت میں ھے ۔ اور کپڑے بھی ایسے ہی پھنے جانے لگے ھینکہ جس سے پورا جسم عریان نظر آتا ہے ۔ اوریہ سب باتیںسرعام ھیںشاید ہی کوئی شخص ایسا ہوکہ جو حال حاضر میں ان تمام چیزوں کی موجودگی کا انکار کرے ۔انھی کپڑوں کے بارے میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"لاتقوم الساعة حتى تظهر ثيابٌ تلبسها نساءٌ كاسٰاتٌ عارياتٌ وتعلو التَّحوت الوُعُولَ "(164)

"قیامت برپا نھیںھوگی مگر اس وقت کہ جب ایسے لباس بنائے جائیں گے کہ

جن کوپھن کرعورتیںعریاں ہی رھینگی اور اوباش لوگ شرفاء پر برتری حاصل کر لینگے۔ "

ھاں! یہ انھی کپڑوں کی بات ہورھی ہے کہ جو سرعام بازاروں میں بک رہے ھیں۔ حتیٰ خاندانی لوگ اورشرفاء کے درمیان میں بھی اس لباس کو بہت زیادہ مقبولیت ہے، ھرایک اس کو پھن کراپنے آپ کا زمانے کے ساتھ چلنے کا ثبوت دے رھا ہے ۔

"واذا رايت المراة تصانع زوجها على نكاح الرجال و رايت خيربيتٍ يساعد النساء على فِسْقِهِنَّ"(165)

"جب دیکھو کہ عورت جانتے ہوئے کہ اس کاشوھر ہم جنسی کررھا ہے لیکن کچھ ظاہر نہ کرے ۔ اور دیکھو کہ اچھے اچھے گھروں میں عورت کو فاسقہ اور فاجرہ ہونے پر داد مل رھی ہو۔"

ھاں آجکل آزادی کے نام ھر شخص (بیوی اور شوھر) ایک دوسرے کے عیوب سے آگاہ ہوتے ہوئے بھی کوئی قدم نہیں اٹھاتے ھیںتاکہ ھرایک اپنی اپنی حیوانی خواہشات پر بغیر کسی رکاوٹ کے عمل کرسکیں ۔ خدابرتوایمان چھوڑ ہی چکے ھیںدنیا کی رکاوٹوں کو آزادی کا نعرہ لگا کرراستہ سے ہٹا دیا ہے ۔

"اذا رفعوا البنيان وشاوروا النسوانَ ويكثُرُ الاختلاط"(166)

"جب اونچی اونچی عمارتیںبننے لگیں، عورتوں سے مشورہ لیا جانے لگے عورتوں

اور مردوں کا محافل میں اختلاط بڑھ جائے۔"

عمارتیں بھی سبھی دیکھ رہے ھیں۔ عورتوں کے حقوق (women Rigth) کے نام پر ہر جگہ عورتوں کو لایا جارہا ہے ۔ زندگی کے ہر شعبہ میں خواتین کو شامل کر لیا ہے صرف یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ عورت اور مرد مساوی ہیں۔لیکن اس حقیقت اور واقعیت سے چشم پوشی کرلی ہے کہ عورت اور مرد کی ساخت میں کچھ بنیادی فرق رکھا گیا ہے ۔ عورت کوخداوند متعال نے خاص نزاکت اور عفت کے ساتھ خلق کیا ہے اس کااصل حسن ہی اس کی حیا اور عفت ہے اور اگر اس حیا اورعفت کو اس سے چھین لیاجائے تو پھر وہ اپنے اس مقدس مقام سے گر پڑتی ہے کہ جس کیلئے اسے خلق کیا گیا ہے ۔ جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اس کو اتنے مقدس رشتہ عطاھوئے ہیں مانند ماں،بھن،بیوی

حتی اس کی مثال ایسے لے لیںکہ جومرد بھی ان حیوانی شہوات کاشکار ہوں اورآئے دن مختلف عورتوں سے ان کے تعلقات رہتے ہوں لیکن وہی مرد کبھی بھی ایسی عورتوں کو اپنی بیوی اوراپنے بچوں کی ماں بنانا پسند نھیںکرینگے کیونکہ یہ عورت کہ جس کی زینت اس کی حیااورعفت میں تھی اب کھوچکی ہے ۔

"اذا رایت المراة تقهُرُ زوجَهاويعمل مالايشتهی و تنفق علیه مِنْ کسبهافیرض بالدنیءِ من الطعام والشراب !"[167]

"جب دیکھو کہ بیویاں اپنے شوھروں کے ساتھ بدزبانی کریںاور ان کی مرضی کے خلاف عمل کریں اپنے کمائی ہوئے پیسوں میں ان کو بخشیں اور ان کے شوھر بہت ہی معمولی سے مال ودولت کی وجہ سے ان کی بری عادتوں کو برداشت کریں۔"

اب یہی زمانہ ہے حتی وہ خواتین کہ جو صحیح راستہ سے بھی نوکریاں کرتی ھیں۔ مختلف دفتروں میں کام کرتی ھیںعام طور پر ان کا اخلاق اپنے شوھروں کے ساتھ حاکمانہ ہوتا ہے صرف اس وجہ سے کہ وہ بھی پیسہ کماکرلارھی ہیںاور ان کے شوھر بھی اسی بات پر چپ ہوجاتے ہیں کہ چلوکچھ بھی سہی کماتو رھی ہے ۔

ایک اور اہم مسئلہ کہ جو ہمارے معاشرے میں عام ہے اور وہ ہے خواتین کاحکومت کرنا۔ اکثر محافل میں یہ بحث رہتی ہے کہ آیا کوئی عورت صدر یاوزیر اعظم بن سکتی ہے یا نہیں ؟ مغربی ممالک تو کیا مشرقی اور اسلامی ممالک میں بھی عورتوں کی حکومت رہتی چلی آرھی ہے ۔ کبھی کسی خطہ میں کبھی کسی ملک پر ۔ اس بارے میں ختمی مرتبت(ص) فرماتے ہیں:

"لنْ یُفْلِحُ قَوْمٌ ولّوا امرَهم امراةٌ"[168]

"وہ قوم کبھی بھی فلاح نھیںپاسکتی کہ جس کی رہبری کسی عورت کے ھاتھ میں ہو۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

"لایُقَدِّس اللہ اُمَّۃً قادتْھُمْ امراۃ"[169]

"خداوند کبھی اس قوم کو تقدس نہیں بخشے گا کہ جس کی رہبری کسی عورت کے پاس ہو۔"

یہ دنیاوی سیاستیںکہ جو چند سال اور چند ماہ سے زیادہ نہیںھوتیں،دنیا والے کیا کیا قربانیاں نھیںدیتے اس حکومت کے لئے ۔انسان اپنے مطلب کی خاطر اور کرسی کی محبت میں ھر کام کرگزرتا ہے آج اگر ہمارے مفاد میں ہوجائے کہ کسی عورت کی رہبری قبول کرنی پڑے تو وہ بھی کرلینگے ،اگر ہمارے مفاد میں ہوجائے کہ کسی کافر کو آکر اپنے سروں کاتاج بنائیںتو وقت کی ضرورت کا نام لیکر وہ بھی انجام دے لینگے ، غرض یہ کہ یہ تمام چیزیںہمارے مفاد کے گرد گھومتی ہیں تو پھر نتیجہ واضح ہے کہ معاشرہ اور عوام کی فلاح کیسے ممکن ہو سکتی ہے کہ جب انسانی معیارات ختم ہوجائیں "انسانیت کے حقوق" ایک نعرہ بن کررہ جائیں اور ھرطرف لوٹ مار کابازار گرم ہو،ھر شخص اپنی جیب گرم کرنے میں مصروف ہوجائے ۔ ھرایک کی یہ کوشش ہے کہ اس آتے ہوئے وقت سے پوری طرح سے فائدہ اٹھایاجائے تو چلو ہم بھی بہتی گنگا میں ھاتھ دھولیں۔ کاش کہ بات خالی ھاتھ دھونے کی ہوتی تو صبر آجاتا یھاں تو کئی مرتبہ پوراغوطہ لگانے کے باوجود بھی طبیعت سیرہوتی نظر نھیںآرھی ہے ۔

اسی بارے میں مولائے متقیان حضرت علی ں فرماتے ہیں:

"اذا غلبتِ النساء علی الملکِ وغلَبْنَ کل امرءٍ فلایوتی الّا ماھَوِیْنَّ فیہ ھوی"[170]

"جب عورتیںحکومت پر غالب آجائیں اورھرمرد سے برتری لے جائیں اورسوائے ان کی مرضی کے کوئی کام نہ ہو۔"

ظاھر ہے وہ عورت کہ جو اگر گھر پہ غالب آجائے تو کسی کو اپنی مرضی کے بغیر ھلنے نھیںدیتی ہے تو وہ حکومت کی کرسی پر بیٹھ کرکیسے کسی کو برداشت کرے گی ۔ اگرچہ یہ بات فقط خواتین سے مخصوص نھیںھے جو کوئی بھی خداوند سے دور ہوگا اس سے ایسی ہی توقعات کی جاسکتی ہیں۔اورعورتوں کو کہ جنھیں خاص مقدس اور محترم مقاصد کے لئے خلق کیا گیا ہے اپنے کمال کے راستہ کو چھوڑ کرجھنم پر چل پڑتی ھیںاور آخر میں اسی طرح سے گمراھی کے دلدل میں پھنس کر رہ جاتی ہیں۔ایسی ہی عورتوں کے بارے میں امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تکون النسوۃُ کاشفاتٍ عاریاتٍ متبرجاتٍ من الدین خارجاتٍ والی الفتن مائلاتٍ والی الشھواتِ واللذاتِ مسرعاتٍ للمحرماتِ مستحلاتٍ وفی جھنَّم خالداتٍ"[171]

''عورتیں عریاں ظاہر ہونگی ،اپنی زینتوں کو سب پر ظاہر کرینگی، دین سے خارج ہوجائینگی ،شہوات اوردنیاوی لذتوں کے پیچھے جایا کرینگی اور حرام چیزوں کو اپنے اوپر حلال کرینگی اورھمیشہ ھمیشہ کیلیئے جھنم کی آگ کا ایندھن بن جائینگی۔''

آج یہ ساری باتیںعمل کی صورت میں ظاہر ہوچکی ہیں۔صرف ایک چیز کہ جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوسکی ہے وہ ان کاجھنم میں رہنا ہے ۔ اگر چہ کہ ایسے لوگوں کی جھنم کا آغاز ان کی دنیا ہی سے ہوجاتا ہے ۔ یہ لوگ اپنی زندگی ہی میں ایسی مشکلات کا شکا ر ہوجاتے ھیںکہ جس کے سبب ان کازندہ رہنا عذاب بن کر رہ جاتا ہے ،ان عورتوں پر

ایک ایساوقت اتا ہے کہ کوئی ان سے بات کرنے کو تیا ر نھیں ہوتا ۔ یہی کتنا بڑا عذاب ہے ایسی عورت کے لئے کہ جو کل تک ہر محفل کی زینت بنا کرتی تھی آج کسی سے بات کرنے کے قابل نہ رہ پائے ۔

اس کے برعکس وہ لوگ کہ جو خداوند متعال کے عبادت گزارہوں جس قدر ان کی عمر میں اضافہ ہوتا رہتا ہے ان کی عزت و احترام لوگوں کے درمیان بڑھتا رہتا ہے چاہے یہ کہ ان کی دینداری کی وجہ سے انھیں ناپسند بھی کیا جاتا ہو مگر برے وقتوں میں انھیںکے پاس پناہ لی جاتی ہے، ہاں ایسے موقع پر اگر یہ عورتیں پلٹ کرآنا چاہیں تو ممکن ہے انھیں بھی وہی جواب ملے کہ جو دریا میں غرق ہوتے وقت فرعون کو ملاتھا ۔

''الٰئن وقد عصیت قبلُ وکنتَ من المفسدین۔''[172]

''اب جبکہ تم اس سے پہلے نافرمانی کرتے تھے اور فساد پھیلانے والوں میں سے تھے ۔''

آخر کار ایسی عورتیںوھاں جاپھنچینگی کہ جس کی اطلاع ھمیں یوں دے دی گئی ہے ۔ ارشاد رب العزت ہے :

''اذا راتھم من مکان بعید سمعوا لھا تغیُّظاً وزفیراً واذا القُوا منھا مکاناً ضیِّقاً مقرَّنین دَعَوا ھنا لک ثبوراً''[173]

ترجمہ:''جب جھنم ان لوگوں کو دور سے دیکھے گی تو(جوش کہائے گی اور)یہ لوگ اس کے جوش وخروش کی آواز سنیں گے اور جب یہ لوگ زنجیر وں سے جکڑ کر اس کی تنگ جگہ میں جھونک دئے جائیں گے تو اس وقت موت کو پکاریں گے۔''

آخری زمانے کے علماء اور رہبر ان قوم کی خصوصیات

حضو اکرم (ص)کا فرمان ہے :

''صنفان من الناس اذا صلحا صلح الناس واذا فسد ا فسد الناس : العلماء والامراء ''[174]

''لوگوں میں سے دو صنفیں ایسی ھیںکہ اگر وہ اصلاح ہوجائیں تو لوگ بھی اصلاح ہوجائیں گے اور اگر فساد کرنے والے ہوجائیں تو لوگ بھی فساد کرنے والے ہوجائیں گے ایک عالم اور دوسرے رہبران قوم ۔''

ایک اور مقام پر ختمی مرتبت (ص)فرماتے ہیں :

''اذا کانت امراوکم اشرار کم واغنیائکم بُخلائکم واموركم الیٰ نسائكم فبطن الارض خيرٌ من ظهرها۔''(175)

''جب تھارے رہبران تم میں سے بدترین لوگ ہوں اور تمھارے مالدار لوگ تم میں بخیل بن جائیںاور تمھارے کاموں کو تمھاری عورتیںچلائیں تو اس وقت زمین کے اندر رہنا اس کے اوپر رہنے سے بہتر ہے ۔ ''

مراد واضح ہے کہ ایسی صورت میں مرجانا ہی بہتر ہے کیونکہ اس وقت کسی سے کسی نیکی کی امید نھیںکی جاسکتی ہے ۔ ایسی صورتحال میں پورے معاشرے کا حساب و کتاب درہم برہم ہو کررہ جائے گا۔

پیغمبراسلام (ص)فرماتے ہیں:

''ستكون عليكم ائمة يملكون عليكم ارزاقكم يحدثونكم فيكذبونكم لا يرضون منكم حتى تحسنوا قبيحهم وتصدِّقوا كِذْبَهُمْ۔''(176)

''تم پر ایسے حکومت کرنے والے مسلط ہوجائیںگے کہ جن کے ھاتھ میں تمھاری روزی ہوگی تم سے جھوٹ بولا کریںگے ۔ تم سے راضی نھیںھوں گے سوائے اس صورت میں کہ تم ان کے غلط کاموں کی تعریف کرو اور ان کی جھوٹی باتوں کی تصدیق کرو۔''

ظاھر ہے کہ جب معاشرے میں نااہل لوگ حکومت کریں گے تو چاپلوسی کا بازار گرم ہوجائے گا اورلوگ حقیقی معیار کو چھوڑ کرظاھری شان وشوکت سے مرعوب ہوکر ان ہی کے پیچھے چل پڑیں گے ۔

اسی طرح سے امام محمد باقر علیہ السلام نااہل اور جاہل علماء کے بارے میں بیان کرتے ہیں: ''من افتى الناس بغير علم ولاهدى من الله لعنة ملائكة الرحمة وملائكة العذاب ولحقه وِزرُ من عمل بِفتياه ''(177)

''جوکوئی بھی بغیر جانتے ہوئے فتوی دے تو رحمت اور عذاب کے فرشتے اس پر لعنت بھجیں گے ۔ اور ان کے فتوا پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی خود انھی کی گردن پر ہوگا ۔ ''

اب ہوشیار رہنے کاوقت ہے کہ ہمیں علماء اہل علم اورجاہل علماء کے درمیان فرق رکھنا ہوگا ۔ کہیں ایسا نہ ہوکہ ہم خود بھی اسی گناہ میں مبتلا ہوجائیں اورلوگوں کے درمیان غلط معیار بتلاکر مستحق عذاب بن جائیں۔

اس سلسلے میں اس سے زیادہ گفتگو کو جاری نھیںرکھنا ہے کیونکہ یہ ایک واضح سی بات ہے آج ہم مسلمان پورے دنیا میں اتنی بڑی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی کفار غرب وشرق کے غلام بنے ہوئے ھیںوہ جیسے چاہتے ھیںہمیں چلاتے ہیں اسلامی ممالک کے مال ودولت کو لوٹتے ھیںمگر ہم زرہ برابر بھی کچھ نھیںکرپاتے کیونکہ ہماری حکومتیںانھی ظالموں اور کافروں سے وابستہ ھیں۔ اورجب تک یہ وابستگی اور خیانت جاری رہے گی مسلمان قومیں ذلیل ہوتی رھیں گی۔ اس سلسلے میں ایک آخری حدیث امیر المومنین علی نسے نقل کرکے اپنی گفتگو کو تمام کرتے ہیں:

“اذا خرج القائم ينتقم من اهل الفتوى بما لايعلمون فتعسالهم ولاتباعهم اوكان الدين ناقصاًفتمَّمُوه ام كان به عِوَج فقوموه ام هم

النَّاس بالخلاف فاطاعوه ام امر هم بالصواب فعصوه ام همَّ المختار فيما اوحِىَ اليه فذِّكره ام الدين لم يكتمل على عهده فكمَّلوه ام جاء نبى بعده فاتبعوهُ” (178)

‘‘جس وقت ہمارے قائم(ع) کاظھور ہوگا جو لوگ بغیر جانتے ہوئے (بغیر علم کے) فتوی دیتے ہونگے ان سے انتقام لیںگے ۔ وای ہو ان پر اور ان کے پیرکاروں پر۔ آیا دین خدا ناقص تھا جوانھوں نے آکر کامل کیا؟ آیا دین خدا میں انحراف تھا جوانھوں نے آکر صحیح کیا؟ یا لوگ انحراف کی طرف جارہے تھے کہ جوان کی پیروی کی گئی ؟یالوگوں کو سچے راستے کی جانب رھنمائی کی گئی لیکن لوگوں نے مخالفت کی ؟ آیا رسول(ص) پرجووحی نازل ہوئی تھی وہ اس میں سے کچھ چھوڑ چکے تھے جوتم نے آکر یاد کرایا؟ یا رسول(ص) کے زمانے میں دین کامل نہیں ہوا تھا جو تم نے آکر مکمل کیا ؟آیا آپ(ص)کے بعد کوئی اور بھی پیغمبر آیا ہے کہ جس کی تم نے پیروی کی ہے ۔؟’’

اس بیان امیر المومنین نسے شک وشبہات رفع ہوجاتے ھیں۔ اگرچہ بظاھر امیرالمومنین ں اپنے زمانے کے حالات کو نظر میں رکھ کرفرمارہے ھیںمگر یہ معصوم(ع) کا قول قیامت تک ہمارے لئے مشعل راہ ہے اورہمیں اس بات سے روکنا ہے کہ دین خدا وند متعال میں کسی بھی قسم کی جدیت اورردوبدل کی گنجائش نھیںھے ۔

عمومی علامات ظھور

نا گھانی موت اور ویرانی و بربادی

اس سلسلے میں اگرچہ روایات بہت کثرت کے ساتھ بیان ہوئی ہیں لیکن ہم کوشش کریں گے کہ اختصار سے کام لیتے ہوئے اکثر علامات کو بیان کردیں۔

حضرت ختمی مرتبت (ص)فرماتے ہیں:

"اِنَّ عمران بیت المقدس خراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمة وخروج الملحمة فتح القسطنطنیه وفتح القسطنطنیه خروج الدَّجال۔"(179)

"بیت المقدس کے آباد ہوتے ہی مدینہ (یثرب) ویران ہوجائے گا اورمدینہ کے برباد ہونے سے جنگ شروع ہوجائے گی اس کے بعد قسطنطنیہ فتح ہوجائے گا پھر دجال کا ظہورہوگا۔"

بیت المقدس کی آبادی تو اسرائیل کے ھاتھوں شروع ہوچکی ہے کہ جس کے بعد مدینہ کی بربادی اور پھر سفیان کا خروج کرنا ہے ۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے :

"تکثرالبواسیر وموت الفجاةوالجذام" (180)

"(جس وقت)بواسیراور اچانک موت اورجذام زیادہ ہوجائے ۔"

"واماالزوراء فتخرب من الوقایع والفتن واما واسط فیطغیٰ علیهاالماء وآذربیجان یهلک اهلها بالطاعون واماالموصل فیهلک
اهلها من الجوع والفلاء واما الحلب فتخرب من الصواعق و تخرب دمشق من شدةالقتل وامابیت المقدس فانه محفوظة لان فیه آثارالانبیاء"(181)

"شھرزورا(فتنہ وفساد کی وجہ سے برباد ہوجائے گا شھر واسط (عراق)سیلاب میں بھرجائے گا آذربائیجان کے لوگ طاعون کی وجہ سے ہلاک ہوجائینگے ،موصل (عراق) کے لوگ بھوک اورمھنگائی سے مرجائینگے ، حلب(سوریہ)صاعقہ (آسمانی بلاووں) کے سبب بر باد ہوجائے گا (دمشق)کشت وکشتار کی وجہ سے ویران ہوجائے گا ۔ لیکن بیت المقدس (یورشلیم) پیغمبروں (ع) کی نشانیوں کے سبب امان میں رہے گا۔"

اس کے علاوہ اور بھی روایات میں "صاعقہ"استعمال ہوا ہے ۔ یعنی آسمان سے گرنے والی بجلی ۔آج کی دنیا میں اس کی بہت سی مثالیں ھیںجیسے طرح طرح کے میزائیل وغیرہ دور تک مارنے والی توپیں اورجنگی جھاز وغیرہ ۔ان میں سے ھرایک سوائے تباھی اوربربادی

کے کچھ نھیںکرتا آج پوری دنیا میں ہم اس کی مثالیں اپنے چاروں طرف دیکھ سکتے ھیںاوران تمام ہتھیاروں میں دن بدن جدت آتی جارہی ہے ۔ اگر اپنے اطرف کے سیاسی حالات اورواقعات کونظر میں رکھیںتو یہ دن کوئی دور نہیں کہ جب ہمیں یہ واقعات رونما ہوتے ہوئے نظر ائیں۔

مصر کے بارے میں روایات میں ملتا ہے :

"لایخرج اهل مصرمن مصرهم عدولهم ولكن يخرجهم نيلهم
هذا يغورفلاتبقىٰ منه قطرة"(182)

"مصر کے لوگوں کو ان کے ملک سے کوئی بیرونی دشمن نھیںباھر نکالے گا بلکہ خود دریائے نیل ان کو باھر نکا لے گا۔ اس کاپانی بالکل خشک ہوجائے گا اورحتی ایک قطرہ بھی اس میں باقی نہیں رہے گا۔"

رسول گرامی (ص)فرماتے ہیں:

"وخراب مصر من جفاف النيل "(183)

"مصر دریائے نیل کے خشک ہونے سے برباد ہوجائے گا۔"

کوفہ کے بارے میں روایات میں ملتا ہے:

"وينبثق الفرات حتى يدخل اذقة الكوفة وعقدالجسرممايلى اكرخ بمدينة بغداد۔"(184)

"فرات کے پانی میں طغیانی آجائے گی اور کوفہ کے گلی کوچوں میں پانی بھرجائے گا ۔ کرخ کے سامنے بغداد میں پل تعمیر کیا جائے گا ۔ "

یہ پانی کا طغیان کرنا ظاھراً ابھی تک واقع نہیں ہوا ہے لیکن بغداد میں کرخ کے سامنے پل تعمیر ہوچکا ہے ۔

آگ وآتش کاتباھی مچانا

حضور اکرم (ص)فرماتے ہیں:

"يكون نار و دخان فى المشرق اربعين ليلة"(185)

"آتش اوردھواں مشرق سے چالیس دنوں تک نکلتا رہے گا ۔"

امام صادق ں فرماتے ہیں:

"لاتقوم الساعة حتی تسیل وادمن اودیة الحجاز"(186)

"قیامت نھیںآئے گی مگر یہ کہ حجاز کی کسی ایک وادی سے آگ بھڑکے گی ۔"

سید الشھداء امام حسینں فرماتے ہیں:

"اذا رائتم ناراًمن المشرق ثلاثة ایام اوسبعة فتوقعوا فرج آل مُحَمَّد ان شاء اللّٰہ"(187)

"جس وقت مشرق میں تین دن تک آگ دیکھو تو حضرت آل محمد(ص) کے فرج کے منتظر رہو انشاء اللہ ۔"

سورج اورچاند گھن

امام محمد باقرں فرماتے ہیں :

"آیتان تکونان قبل قیام القائم لم یکونا مُنْذُ ھبط آدم علیہ

السلام علی الارض تنکسفُ الشمس فی النصف من رمضان والقمر فی آخرہ ۔"(188)

"حضرت(عج) کے قیام سے پہلے دونشانیاں ظاہر ہونگی کہ جو حضرت آدم(ع) سے لے کر اب تک ظاہر نہیں ہوئی ہونگیں۔ رمضان کے درمیان میں سورج اورآخر رمضان میں چاند کا گرھن لگنا ۔"

اس بارے میں اور بہت سی روایات ھیںاگرچہ کہ بعض روایات میں سورج اور چاند گرھن کی تاریخ میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن ان تمام روایات کو اگر مجموعی طور پر دیکھیںتو ایک بات ثابت ہوجاتی ہے کہ ایک ہی رمضان میں چاند اور سورج گرھن دونوں کو گرھن لگنا اگرچہ کہ خلاف عادت ہے لیکن اس کا واقع ہونا حتمی ہے ۔

زلزلے

رسول اکرم (ص)فرماتے ہیں:

"وتکثرالزلازل" (189)

''بہت زیادہ زلزلہ آنے لگ جائیں۔''

اورایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

'' ثم رجفة بالشام یهلک فیهامئة الف یجعلها الله رحمة للمومنین و عذاباً علی الکافرین ''(190)

''سرزمین شام میں زلزلہ آئے گا کہ جس کی وجہ سے ایک لاکھ آدمی مارے جائینگے خداوند متعال اس زلزلے کو مومنین کے لیئے رحمت اورکافروں کے لئے عذاب قرار دے گا ۔ ''

البتہ واضح رہے کہ شام سے مراد فقط شہر دمشق مراد نہیںھے بلکہ اس کے اطراف میں لبنان وغیرہ کا علاقہ بھی شامل ہوتا ہے ۔

آسمانی ندا

حضرت ختمی مرتبت (ص)فرماتے ہیں:

''وینادی منادٍمن السماء اِنَّ امیرٓکم فلانٌ وذلک هو المهدی''(191)

''منادی آسمان سے آواز لگائے گا ۔ تمھارا سردار فلان ہے اور وہ مھدی آخرالزمان (ع) ہونگے ۔''

امیر المومنین علی بن ابی طالب ں فرماتے ہیں:

''اذانادی منادٍمن السماء اِنَّ الحق فی آل مُحَمَّد فعند ذلک یظهر المهدی علی افواه الناس ویشربون حبَّه ولایکون لهم ذکرٌغیره '' (192)

''جس وقت منادی اسمان سے آواز دے گا کہ حق آل محمد(ص) کے ساتھ ہے ۔ حضرت مھدی (ع) کا نام لوگوں کی زبان پر جاری ہوجائے گا ۔ اور ان کی محبت دلوں میں اجاگر ہوجائے گی اور ان کی یاد کے علاوہ کوئی کام باقی نھیںرہے گا ۔''

اگرچہ اس بارے میں بہت زیادہ روایات نقل ہوئی ھیں۔ اوریہ ایک مسلم بات ہے کہ آپ(ع) کے ظھور کے وقت ندا لگائی جائے گی اورپوری دنیا میں یہ آواز سنی جائے گی یہاں تک کہ کوئی بھی شخص اس دنیا میں ایسا باقی نہیں رہے گاکہ جواس آواز کو نہ سن سکے اور پوری کائنات کے لوگوں پر اس وقت اتمام حجت ہوجائے گی اوریہ وہ وقت ہوگا کہ جب دنیا میں صرف دوگروہ رہ جائیں گے ایک

حق اور دوسرا باطل پر ہوگا۔ جو کوئی بھی حضرت (ع) کے ہم رکاب ہوگا وہ حق پر ہوگا ۔ اورجو آپ (ع)کی امامت اورولایت کو قبول نھیںکرے گا وہ باطل پر ہوگا کہ جس کی سزا سوائے عبرت ناک موت کے کچھ نہ ہوگی ۔

جنگیں اور فسادات

اس بارے میں رسول اکرم (ص)فرماتے ہیں:

"ینزَّل علی امتی بلاءٌ لم یسمع ببلاءٍ اشد منه فی تضیق بهم الارض الرّحبةّ"[193]

"میری امت پرایسی بلاء نازل ہوگی کہ جو اس سے پہلے نھیںسنی گئی ہوگی ۔ حتی اتنی بڑی دنیا بھی امتیوں کے لئے تنگ ہوکر رہ جائی گی ۔"

آج ہم دیکھ رہے ھیںکہ حق ایسا ہی ہے ۔ پوری دنیا میں مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا بازار گرم ہے اور ھرطرف سے انکو تعصب کی عینک سے دیکھا جارہا ہے حتی آج مسلمان کو اپنے ملکوں میں بھی امان نہیں ہے ان کو مختلف بھانوں سے دربدری اٹھانی پڑرھی ہے ۔حتی اسلامی حکومتیںبھی استعمار کے چنگل سے آزاد نہیں ہے۔ اوراج وہی ہورھا ہے کہ جو دنیا کی استعماری اور طاغوتی طاقتیں چاہ رھی ھیں۔ جنگ بھی ان کے ھاتھ میں ہے اور امن بھی، وہ جس طرح سے چاہتے ہیں عمل کرتے اور کرواتے ھیں۔

انھیں طاقتوں کے بارے میں ارشاد ختمی مرتبت (ص)ھے کہ:

" یکون قوم فی آخرالزمان یخضبون بهذا لسواد کحواصل الطیور لا یریحون ریح الجنة۔"[194]

"آخر زمانے میں ایک ایسی قوم آئے گی کہ جو اس زمین کو خون سے رنگین کردے گی ،ماؤں کے پیٹ کو مرغی کے پیٹ کی طرح کاٹا کرے گی ۔ ایسی قوم ہرگز جنت کی خوشبو بھی حاصل نھیںکرسکتی ۔"

ایک اورمقام پر فرماتے ہیں:

"ویومئذٍیکون اختلاف کثیر فی الارض وفتن ویصبح الزمان مکلحاًمفصحاً یشتدّ فیه البلاد وینقطع فیه الرجاء۔"[195]

"اور اس وقت اختلافات اورفتنہ گری بہت بڑھ چکی ہوگی مشکلات اور قحط ہر طرف چھا چکاھوگا۔ شھروں پر مصیبتیں ٹوٹ رھی ہونگی اور امیدیں ختم ہوچکی ہونگیں۔"

اسی سلسلے میں پیغمبر (ص)ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں:

"لتاتینکم بعدی اربع فتن الاولیٰ تستحل فیھا الدماء والثانیہ تستحل فیھاالدماء والاموال والثالثة تستحل فیھا الدماء والاموال والفروج الرابعة صمّاء عمیاء مطبقة تحور مور السفینة فی البحر حتی لایجد احدٌ من الناس مسلما تطیر بالشام وتغشٰی العراق وتخبط الجزیرة یدھا ورجلھا یعرک الانام البلاء فیھا عَرْک الادیم لایستطیعُ احد ان یقول فیھا مه مه ! لاترفعونھا ناحیة الّا انفتقت من ناحیةٍ اخری"[196]

"میرے بعد چار فتنہ برپا ہونگے ۔پھلے میں خون بھانہ مباح ہوجائے گا ۔ دوسرے میں خون اورمال مباح ہوجائے گا اورتیسرے میں خون اورمال اورعصمت مباح ہوجائے گی ، اور چوتھے میں ایسا اندھا آشوب بپا ہوگا کہ جو پوری دنیا کو اس طرح مضطرب کردے گاجیسے کوئی بہت بڑا بحری جھاز اپنے چاروں طرف کے پانی کو مضطرب کردیتا ہے ۔ یہ فتنہ شام پر چھاجائے گا اور عراق کوبھی لپیٹ میں لے لیگا اورجزیرة العرب (حجاز) میں ھاتھ پاؤں چلائے گا۔لوگ ان حادثات کی تلخی کو اس طرح احساس کریں گے جیسے دباغی کرتے جسم پر فشارپڑتا ہے ۔ کسی میں بھی ایک جملہ بات کرنے کی بھی جرات نہ ہوگی یہ فتنہ ابھی ایک جگہ ختم نہیں ہوگا مگر یہ کہ کسی دوسرے مقام پر برپا ہوجائے ۔"

ان تمام فتنوں کے آثار ہم پوری دنیا پر دیکھ رہے ھیںجو کوئی بھی ہے اپنی طاقت سے زور آزمائی میں لگا ہوا ہے ۔ طاغوتی قوتیں اپنی طاقت کا استعمال کرتی ھیںجھاں چاہتے ہیں روندتے ہوئے چلے جاتے ھیں۔

اسی بارے میں امیر المومنین علی بن ابی طالب فرماتے ہیں:

"تخرب سمرقندوجاح وخوارزم والبصرة وبلخ من العراق والھند من تبّت وتبّت من الصین وکرمان وبعض الشام لبنابک الخیل والتقل والیمن من الجراد والسلطان وسجستان وبعض الشام بالزنج وشامان بالطاعون ومرو بالرمل وھراة بالحیّات و مصر من انقطاع النیل وآذربیجان لبنانک الخیل والصواعق و البخاریٰ بالغرق والجوع وبغداد یصیرعالیھا سافله"[197]

"سمرقند ،جاح خوارزم ، بصرہ اور بلخ سیلاب کی وجہ سے ویران ہوجائینگے ھند تبّتیوں کے ھاتھوں اور تبت چین کی وجہ سے نابود ہوجائے گا ۔ کرمان اورشام کاکچھ حصہ گھوڑوں کی ٹاپوںاورقتل وغارت کی وجہ سے برباد ہوجائے گا ۔ یمن ٹڈوں اور بادشاھوں کے ظلم کی وجہ سے نابود ہوجائے گا ۔ سجستان اور شام کا بعض حصہ زنجیوں کے ھاتھوں ،شام طاعون کے سبب ، مرو(مشھد) طوفان کی وجہ

سے ھرات سانپوں کے ذریعہ، مصر دریائے نیل کے خشک ہوجانے کے سبب،آذربائیجان گھوڑوں کی ٹاپوں اور صاعقہ (گولہ باری) کی وجہ سے برباد ہوجائے گا ۔ بخارا میں بھوک اور سیلاب سے تباھی

سے تباھی آئے گی اور بغداد الٹ پلٹ ہوکررہ جائے گا۔"

قتل وغارت کے سبب قتل ہونے والوں کی تعداد کے بارے میں امیر المومنین (ع)علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لایقوم حتی یقتل الثلث ویموت الثلث ویبقی الثلث"[198]

"اما م(ع) قیام نھیںکرینگے یھاں تک کہ دوتھائی لوگ مارے جاچکے ہوں اور فقط ایک تھائی لوگ بچے ہوئے ہوں ۔"

امام محمد باقر ناس بارے میں فرماتے ہیں:

"لایکون ھذا الامر حتی یذھب ثلثاً الناس فقال:اصحابه من یبقی فقال اما ترضون ان تکونوا من ثلث الباقی ؟"[199]

"یہ امر(ظھور) انجام نھیںپائے گا مگر اس وقت کہ دوتھائی لوگ مرچکے ہوں گے ، اصحاب نے عرض کیا :پھر کون لوگ باقی بچیں گے ۔ آپ (ع) نے فرمایا:آیا تم لوگ نہیں چاہتے کہ تم لوگ باقی ایک تھائی میں سے ہو؟۔"

جھوٹے دعویداروں کے بارے میں امام جعفر صادق نفرماتے ہیں:

"کل را یة ترفع قبل قیام القائم فصاحبها طاغوت یعبد من دون الله عزوجلّ"[200]

"جوپرچم بھی حضرت (عج) کے قیام سے پھلے بلند ہوگا اس کا بلند کرنے والاطاغوت ہوگا کہ جوخداوند کے علاوہ کسی اورکی پرستش کرتا ہوگا ۔"

اس بارے میں ایک اورمقام پر فرماتے ہیں:

"کل بیعة قبل ظهور القائم فبیعة کفر ونفاق وحذیعةٍ"[201]

"جو بیعت بھی حضرت(عج) کے قیام سے پھلے لی جائے گی وہ کفر ونفاق اور دھوکہ بازی کی بیعت ہوگی ۔"

رسول (ص)خدا فرماتے ہیں:

" خروج الثلاثة السفیانی والخراسانی والیمانی فی سنة واحدة فی شهر واحد فی یوم واحد ولیس فیها من رایة اهدیٰ من رایة الیمانی لانه یدعو ا الی الحق"[202]

"تین پرچم ایک سال ایک مھنے اورایک دن قیام کرینگے سفیانی ، خراسانی اور یمانی اور ان سب میں سب سے زیادہ خالص پرچم یمانی کا ہوگا کہ جوحق کی طرف دعوت دے گا ۔"

امام صادق ں اس یمنی شخص کے نسب کے بارے میں فرماتے ہیں:

"خروج رجل من ولدٍ عمی زید بالیمن "[203]

"ایک آدمی ہمارے چچا زید کی اولاد میں سے یمن سے قیام کرے گا۔"

رسول خدا (ص)اس لشکر یمانی کی تعریف میں فرماتے ہیں:

" الیمانی یتولیٰ علیاً الیمانی والسفیانی کفرسی رھان"[204]

"یمانی علی بن ابی طالب کے شیعوں میں سے ہوگا ۔ یمانی اور سفیانی کا قیام دوریس کے گھوڑوں کی مانند ہوگا ۔"

رسول خدا (ص)سید ھاشمی کے خروج کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یخرج بقزوین رجل اسمه اسم نبی یسرع الناس الی طاعته المشرک والمومن یملاالجبال خوفاً"[205]

"ایک شخص قزوین سے قیام کرے گا کہ جوکسی پیغمبر کے ھمنام ہوگا مشرک اور مومن اس کی اطاعت کرینگے پہاڑوں اور چٹانوں کو اپنے رعب سے وحشت زدہ کردے گا۔"

نفس ذکیہ کے قتل کے بارے میں رسول خدا (ص)فرماتے ہیں:

"انَّ المھدی لایخرج حتی تقتل النفس الذکیه فاذا قتلت النفس الذکیه غضب علیھم من فی السماء ومن فی الارض فاتیٰ الناس المھدی فرفوّہ کماتذف العروس الی زوجھا لیلة عُرسھا"[206]

"امام مھدی (عج) قیام نھیں کریں گے حتی یہ کہ نفس زکیہ کو مارا جائے اورجب نفس زکیہ کو ماردیا جائے گاتو اس وقت زمین اور آسمان پررھنے والے غضبناک ہوجائیں گے اور پھر امام مھدی (عج)کا قیام شروع ہوگا ۔ اور لوگ حضرت ولی عصر(عج) کے گرد اس طرح سے جمع ہوجائیں گے جیسے شادی کی رات دلھن کے گرد لوگ جمع ہوجاتے ھیں۔"

امام محمد باقرں اس بارے میں فرماتے ہیں:

"وقتل غلام من آل مُحَمَّد بین الرکن والمقام اسمه مُحَمَّد بن الحسن النفس الزکیه" [207]

"آل محمد(ص) سے ایک جوان رکن اورمقام کے درمیان مارا جائے گا اس کانام محمد حسن نفس زکیہ ہوگا۔"

اماصادق نفرماتے ہیں:

"لیس بین القائم وقتل النفس الزکیه سوی خمس عشرة لیلة"(208)

"حضرت حجت(ع) اورنفس زکیہ کے قتل میں صرف پندرہ (۱۵) دنوں کا فاصلہ ہے۔"

بھرحال ہم نے کوشش کی ہے کہ اختصار سے کام لیتے ہوئے اکثر مشھور روایات کہ جن میں حتمی نشانیاں بیان ہوئی ھیں۔ حضرت حجت(ع) کے ظھور کی آپ کی خدمت میں پیش کی جائیں۔ آخر میں حضرت حجت (ع) کے ظھور کی دعا کو ان الفاظ میں کرکے اپنی گفتگو کو تمام کرتے ہیں:

"اللّٰھم اجعلنا من اصحاب مولانا صاحب العصر والزمان الامان الامان من فتنة الزمان اللّٰھم صلی علی مُحَمَّد وآل مُحَمَّد وعجل فرجھم الشریف۔"

منابع :

(۱)الائمة الاثنا عشر : شمس الدین محمد بن طولون،طبع ۱۹۵۸ قاھرہ

(۲)اثبات الھداة:شیخ حر عاملی(رہ) ،طبع ۱۳۹۹ ھ۔ قم

(۳)اثبات الوصیة:علی بن حسین مسعودی طبع نجف اشرف

(۴)احتجاج طبرسی :ابو منصور احمد بن علی طبرسی(رہ) ،طبع ۱۴۰۱ ھ بیروت

(۵)احقاق الحق:قاضی نور اللہ شو شتری(رہ) ،طبع قم

(۶) اختصاص :شیخ مفید (رہ) ، طبع قم

(۷) اختیار معرفة الرجال : شیخ طوسی (رہ) ،طبع مشھد یونیور سیٹی

(۸)اربعین : شیخ بھائی ،۱۳۵۷ھ ش ،طبع تبریز

(۹)ارشاد : شیخ مفید (رہ) محمد بن محمد بن نعمان ،طبع ۱۳۹۹ قم

(۱۰)ازالة الغین: حیدر علی فیض آبادی ،طبع دھلی

(۱۱)اسعاف الراغبین : محمد بن صبان مصری شافعی ،حاشیہ نور الابصار

(۱۲)اصول کافی: محمد بن یعقوب کلینی (رہ)،طبع بیروت

(۱۳) الاعلام : خیر الدین زرکلی ،طبع ۱۹۸۰ بیروت

(۱۴)اعلام الوری : امین الاسلام ابو علی فضل بن حسن طبرسی،طبع ۱۳۹۹ ھ بیرو ت

(۱۵)اعیان الشیعہ : سید محسن جبل عاملی (رہ) ،طبع لبنان

(۱۶)الایضاح : شیخ مفید(رہ) ،طبع تھران

(۱۷)الزام الناصب :شیخ علی یزدی ،طبع بیروت

(۱۸)الامالی : شیخ صدوق (رہ)،طبع ۱۴۰۰ھ بیروت

(۱۹)الامامۃ والتبصرۃ:علی بن حسین بابویہ قمی(رہ) ،طبع ۱۴۰۷ ھ بیروت

(۲۰)الایضاح : فضل بن شاذان،طبع ۱۳۶۳ ھ ش تھران

(۲۱)بحار الانوار: علامہ مجلسی (رہ) ،طبع تھران

(۲۲)البرہان : سید ھاشم بحرانی ،طبع تھران

(۲۳)البیان فی اخبار صاحب الزمان : محمد بن یوسف گنجی شافعی،طبع ۱۳۹۹ھ بیروت

(۲۴)تاریخ الخلفاء :جلال الدین سیوطی ،طبع قاھرہ

(۲۵)تذکرۃ الخواص : سبط ابن جوزی،طبع ۱۳۸۳ طبع نجف اشرف

(۲۶)تفسیر صافی : فیض کاشانی ،طبع ۱۳۹۹ ھ بیروت

(۲۷)تفسیر عیاشی : محمد بن مسعود بن عیاش سلمی ،طبع ۱۳۸۰ ھ تھران

(۲۸)تفسیر قمی : علی بن ابراھیم ،طبع ۱۴۰۴ ھ قم

(۲۹)تنقیح المقال: شیخ عبدا۔۔مامقانی،طبع نجف اشرف

(۳۰)الثاقب فی المناقب :،طبع ۱۴۱۲قم

(۳۱)ثواب الاعمال : شیخ صدوق (رہ) ،طبع ۱۳۶۴ھ ش قم

(۳۲)جوهر الکلام : محمود بن وہیب قراغلی بغدادی حنفی

(۳۳)حیلۃ الابرار : سید ھاشم بحرانی ،طبع سنگی

(۳۴)الدر المنثور : سیوطی ،طبع ۱۴ ۱۳ ھ قاھرہ

(۳۵)دلائل الامامۃ : ابو جعفر محمد بن جریر طبری

(۳۶)الذخیرہ فی الکلام : سید مرتضی علم الھدی ،طبع ۱۴۱۱ ھ قم

(۳۷)الذریعہ الی تصانیف الشیعہ : شیخ آغا بزرگ تھرانی ،طبع بیروت

(۳۸)روح المعانی : سید محمود آلوسی ، طبع بیروت

(۳۹)روز گار رھائی،کامل سلیمان :ترجمہ علی اکبر مھدی پور ،طبع سوم تھران

(۴۰)روضۃالواعظین : ابن فتال نیشا پوری ،طبع سنگی ۱۳۰۳ ھ تھران

(۴۱)سفینۃ البحا ر : شیخ عباس قمی ،طبع ۱۵ ۱۴ ھ قم

(۴۲) سنن ابن ماجہ :حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی ،طبع ۱۳۹۵ ھ بیروت

(۴۳)سنن ترمذی : ابو عیسی محمد بن عیسی بن سورہ ،طبع بیروت

(۴۴)شرح نہج البلاغہ :ابن ابی الحدید ،طبع قاھرہ

(۴۵)شواھد التنزیل :عبیداللہ بن عبد اللہ حسکانی ،طبع ۹۳ ۱۳ ھ بیروت

(۴۶) صحیح بخاری :ابو عبد اللہ محمدبن اسماعیل بن ابراھیم ،طبع مصر

(۴۷) صحیح مسلم : مسلم بن حجاج نیشاپوری ، طبع بیروت

(۴۸)الصواعق المحرقہ: احمد بن حجر ھیثمی مکی ،طبع ۱۳۱۴ ،طبع قاھرہ

(۴۹)الطبقات الکبری :محمد بن سعد کاتب واقدی ،طبع ۱۴۰۵ ھ بیروت

(۵۰)علل الشرائع :شیخ صدوق (رہ) ،طبع ۱۳۸۵ ھ نجف اشرف

(۵۱)عھدین :طبع انجمن بخش کتب مقدسہ ۱۹۶۹ لندن

(۵۲)عیون الاخبار :شیخ صدوق(رہ) ،طبع ۱۳۹۰ ھ نجف اشرف

(۵۳)الغدیر: علامہ امینی (رہ) طبع کویت

(۵۴)غیبت شیخ طوسی(رہ) :طبع نجف اشرف،و طبع جدید قم

(۵۵)غیبت نعمانی:طبع ۱۳۹۷ ھ تھران

(۵۶)فرائدالسمطین :ابراھیم بن محمد بن مویّد جوینی ،طبع ۱۳۹۸ ھ بیروت

(۵۷)فرھنگ معین :محمد معین ،طبع تھران

(۵۸)الفصول المھمہ :ابن صباغ مالکی ،طبع نجف اشرف

(۵۹)فھرست شیخ طوسی (رہ) :طبع ۱۴۰۳ ھ بیروت

(۶۰)قاموس الرجال :شیخ محمد تقی شوشتری

(۶۱)الکامل فی التاریخ :ابن ابی اثیر شیبانی ،طبع بیروت

(۶۲)کشف الغمہ :علی بن عیسی اربلی طبع بیروت

(۶۳)کفایۃ الاثر : علی بن محمّد بن علی خرازی،طبع ۱۴۰۱ ھ۔قم

(۶۴)کمال الدین : شیخ صدوق (رہ)،طبع ۱۳۹۵ ھ تھران

(۶۵)کنز الدقائق :محمد رضا مشھدی ،طبع ۱۴۱۰ ھ تھران

(۶۶)کنزل العمال :متقی ھندی ،طبع ۱۳۹۹ ھ طبع سنگی تبریز

(۶۷)لسان العرب :ابن منظور،طبع ۱۴۰۸ ھ بیروت

(۶۸)مستدرک صحیحین : حاکم نیشابوری ،طبع بیروت

(۶۹)مستدرک وسائل : میرزا حسین نوری ،طبع قم

(۷۰)مسند احمد حنبل : ،طبع ۱۳۱۳ ھ قاھرہ

(۷۱)مناقب آل ابی طالب :ابن شھر آشوب، طبع بیروت

(۷۲)منتخب الاثر : حاج شیخ لطف اللہ صافی ،طبع قم

(۷۳)نجم الثاقب :میرزا حسین نوری ،طبع تھران

(۷۴)نہج البلاغہ : سید رضی تحقیق صبحی صالحی، طبع بیروت

(۷۵)وسائل الشیعہ : شیخ حر عاملی(رہ) ،طبع ۳۰ جلدی قم

(۷۶)ینابیع المودۃ : سلیمان بن ابراھیم قندوزی حنفی

(۷۷)الیواقیت والجواھر : عبد الوھاب شعرانی ،طبع قاھرہ

(۷۸)تحف العقول عن آل الرسول (ع):حسن بن علی حرانی، طبع بیروت ۱۹۶۹ ھ

(۷۹)جامع احادیث شیعہ:طباطبائی بروجردی ،طبع تھران ۱۳۸۰ ھ

(۸۰)مجمع البحرین : ،طبع ۸۱ ۱۳ھ نجف اشرف

(۸۱)کتاب الفتن: سلسلی ،طبع ۱۹۶۳ھ نجف اشرف

(۸۲)المحجۃ البیضاء :محمد بن مرتضیٰ کاشانی

(۸۳)المھدی: سید صدر الدین صدر ،طبع ۵۸ ۱۳ھ ایران

(۸۴)نہج الفصاحہ: ،طبع ۱۳۴۱ ھ ایران

(۸۵)نوائب الدھور فی علائم الظھور:محمد بن حسن مھاجری جر قوئی ،طبع ۱۳۸۳ھ تھرا ن

(۸۶)ترجمہ قرآن : مرحوم علامہ ذیشان حیدر جوادی(رہ)

۸۷۔او خواھد آمد :علی اکبر مھدی پور، طبع انتشارات رسالت ۲۰۰۰ قم

(۸۸)تقریب المعارف:ابوالکلام تقی حلبی ،طبع ۱۴۱۷ھ قم

---

(132) ارشاد مفیدص۳۳۶ منتخب الاثرص ۴۵۵بحارج۵۲ ص۲۰۶الزام الناصب ص۱۸۱

(133) اعلام الوری ص۴۲۶،ارشادمفید ص۳۳۶،منتخب الاثرص۴۵۵،بحار ج۵۲ص۲۰۶۔

(134) بحارج ۵۲ ص۳۰۴،۲۰۹،۲۰۴،۱ علام الوری ص۴۲۶،بشارۃالاسلام۱۴۰،ارشادمفید ص ۶ ۳۳ ، منتخب الاثرص۴۵۸،۴۵۲۔

(135) بشارۃالاسلام ص۷۴،الزام الناصب ص۲۰۹،۲۰۳،۱۹۴۔

(136) الملاحم والفتن ص۱۰۲۔

(137) الزام لناصب ص ۲۰۹، ۲۰۴، ۱۹۴و۲۱۳۔

(138) الزام الناصب ص۲۱۳۔

(139) بشارۃالاسلام ص ۷۳، ۷۶، ۵۸؛الزام الناصب ص۱۷۶؛بحار الانوار ج۲ ۵ ص ۳ ۷ ۲ ، ج ۵۳ ص۸۲۔

(140) صحیح بخاری ج ۳ ص ۴۹۔

(141) منتخب الاثرص ۴۳۸۔

(142) نہج الفصاحۃ ج۲ص۵۰۰۔

(143) بشارۃ الاسلام ص۲۶

(144) نہج الفصاحۃ ج۲ص۵۰۰و۵۱۷ ۔

(145) نہج الفصاحۃ ج۱ص۲۱۶،ج۲ص۵۱۰

(146) الحاوی للفتاوی ج۲ص۱۵۹/منتخب الاثرص ۴۳۷

(147) بشارۃ الاسلام ص۷۶الزام الناصب ص۱۲۱و۱۹۵۔

(148) بحار الانوار ج ۵۲ص۱۳۹۔

(149) بحار الانوار ج۵۲ص۲۶۴

(150) منتخب الاثر ص۲۹۳بحار الانوار ج ۵۲ص۲۶۴،۲۵۶۔

(151) بحار الانوار ج ۵۲/ص۲۶۵۔

(152) نہج الفصاحۃج۲ص۵۳۳۔

(153) نہج الفصاحۃج۲ص۶۳۸۔

(154) نہج الفصاحۃج۲ص۴۷۳بشارۃ الاسلام ص/۲۳۔

(155) کشف الغمۃ ج ۳ص۳۲۴منتخب الاثرص۴۳۵

(156) منتخب الاثر ص۴۲بحار ج ۵ص۷۰، ج۵۲ص۲۲۸،۱۹۲۔

(157) بحار الانوار ج ۵۲ص۲۵۷۔

(158) الزام الناصب ص۱۹۵بشارۃ الاسلام ص۷۷۔

(159) بحار لانوارج ۵۱ص۷۰، ج۵۲ص۷۰،ج ۵۲ ص ۲۵۶منتخب الاثر ص۴۲۰الزام الناصب ص۱۸۳۔

(160) منتخب الاثر ص۴۲۶الزام الناصب ۱۸۰ تحف العقول ص۴۱۔

(161) منتخب الاثر ص۴۲۸الزام الناصب ۱۸۲۔

(162) منتخب الاثر ص۲۹۲،المحجۃالبیضاء ج۳ص۳۴۲،اعلام الوری ص۴۳۳،المھدی ص۱۹۹۔

(163) صحیح مسلم ج ۶ص۱۶۸۔

(164) منتخب الاثر ص۴۲۶۔

(165) بحار ج ۵۲ص۲۵۷منتخب الاثرص۴۲۹۔

(166) بحارالانوارج۵۲ ص۲۶۳الزام الناصب ص۱۸۱المھدی ص۱۹۹۔

(167) بحار ج ۵۲ص۲۵۷،منتخب الاثر ص۴۳۰،الزام الناصب ص۱۸۳،بشارۃ الاسلام ص۱۳۳۔

(168) صحیح بخاری ج ۹ص ۵۵/تحف العقول ص۳۰۔

(169) صحیح بخاری ج ۹ص ۵۵ت/تحف العقول ص۳۰۔

(170) بحار لانوارج ۵ص۲۵۹،بشارۃ الاسلام ص۱۳۴،الزام الناصب ص۱۸۴۔

(171) منتخب الاثر ص۴۲۶

(172) سورۃیونس آیت /۹۱۔

(173) سورۃفرقان/ ۱۳،۱۲۔

(174) نہج الفصاحۃ ج ۲ ص۳۹۳ تحف العقول ص۴۲۔

(175) نہج الفصاحۃ ج اص۴۵۔

(176) بحارالانوار ج ۵۲ص۲۱۲۔

(177) وسائل الشیعہ ج ۱۸ص۹۔

(178) الزام الناصب ص۱۰۸۔

(179) البیان والتبیین ج ۳ص۳۲۔

(180) بحاالانوار ج ۵۲ص۲۶۹۔

(181) الزام الناصب ص۱۷۶،بشارۃالاسلام ص۵۸۔

(182) الملاحم والفتن ص۱۴۶۔

(183) بشارۃ الاسلام ص۲۸۔

(184) بحارالانوار ج۵۳ص۸۵،ارشادمفیدص۳۳۶،بشارۃ الاسلام ص۱۷۶۔

(185) الملاحم والفتن ص۱۷۔

(186) الملاحم والفتن ص۱۳۰۔

(187) المحجۃالبیضاء ج۴ص۳۴۳۔

(188) الامام المھدی ص۲۲۷۔

(189) بشارۃ الاسلام ص۳۲۔

(190) غیبت شیخ طوسی(رہ) ص۲۷۷۔

(191) بشارۃ الاسلام ص۱۷۷۔

(192) کشف الغمہ ج۳ص۳۲۴،منتخب الاثر ص۱۶۳۔

(193) المھدی (عج) ص۲۲۱۔

(194) صحیح مسلم ج ۸ص۱۷۲۔

(195) بشارۃالاسلام ص۱۷۵،الزام الناصب ص۱۸۵۔

(196) الملاحم والفتن ص۱۷۔

(197) بشارۃ الاسلام ص۴۳۔

(198) منتخب الاثر ص۴۵۳۔

(199) بحارالانوار ج۵۲ص۱۱۳۔

(200) بحارالانوار ج ۵۲ص۱۴۳،غیبت نعمانی ص۵۶،وسائل الشیعہ ج ۱۱ص۳۷۔

(201) بشارۃ الاسلام ص۲۶۸۔

(202) ارشاد مفیدص۳۳۹،بحارالانوار ج۵۲ص۲۱۰۔

(203) نورالابصارص۱۷۲،بشارۃ الاسلام ص۱۷۵۔

(204) غیبت نعمانی ص۱۲۳،بحارالانوار ج۵۲ص۲۷۵۔

(205) بحارالانوار ج۵۲ص۲۱۳۔

(206) بشارۃ الاسلام ص۱۸۳،الملاحم والفتن ص۱۱۳۔

(207) بشارۃ الاسلام ص۴۹۔

(208) منتخب الاثر ص۴۳۹،بحار الانوار ج ۵۲ ص۲۰۳،اعلام الوری ص۴۲۷۔

فہرست

انتساب.......... 4

مقدمہ.......... 5

کتب علماء اہل تشیع:.......... 6

کتب علماء اہل سنت :.......... 6

دعائے عھد.......... 8

دعائے عھد دعا کی سند:.......... 9

چالیس دنوں کی خصوصیات:.......... 10

زمانہ غیبت میں حضرت (عج) کا کردار.......... 51

پھلی روایت:.......... 51

دوسری روایت:.......... 52

تیسری روایت:.......... 52

حدیث "من مات ولم یعرف۔۔۔۔" کی توضیح اور تشریح:.......... 52

حدیث شریف میں حضرت کی سورج سے تشبیہ :.......... 53

پھلی روایت:.......... 55

دوسری روایت:.......... 55

تیسری روایت:.......... 55

چوتھی روایت:.......... 56

پانچویں روایت:.......... 57

چھٹی روایت:.......... 57

ساتویں روایت:.......... 57

آٹھویں روایت:........ 57
نویں روایت: 58
کچھ امام زمانہ (ع) کی والدہ معظمہ کے بارے میں 59
اسماء شریفہ:........ 59
دو خاندانوں کاملاپ :........ 60
بشربن سلیمان نخّاس :........ 60
بشر بن سلیمان کا بلا وا :........ 61
خاتون علیہاالسلام کی کہانی ان کی اپنی زبانی :........ 62
محفل درہم برہم ہوگئی :........ 62
پہلا خواب : 63
دوسرا خواب : 64
حضرت نرجس خاتون کی اسیری : 64
علامات ظہور........ 73
آخری زمانے کے لوگوں کی خصوصیات: 85
آخری زمانے کے مرد 90
آخرزمانے کی عورتیں........ 92
آخری زمانے کے علماء اور رہبر ان قوم کی خصوصیات 97
عمومی علامات ظہور........ 99
نا گھانی موت اور ویرانی و بربادی........ 99
آگ وآتش کاتباھی مچانا........ 101
سورج اورچاند گھن 102

زلزلے..102
آسمانی ندا...103
جنگیں اور فسادات 104
منابع :..108